بھولا بسرا مبشّر
پادری ولیم ہارپر کی داستانِ خدمت
۱۸۴۵ - ۱۸۹۳
از
ڈبلیو۔ جی۔ ینگ

بھولا بسرا مبشر

پادری ولیم ہارپر ۱۸۴۵ء - ۱۸۹۳ء

کے حالاتِ زندگی اور خدمات

— از قلم —

ولیم - جی ینگ

— مترجم —

جیکب سموئیل - ایم - اے، بی - ایڈ

— ناشرین —

سیالکوٹ ڈایوسیس

چرچ آف پاکستان

سیالکوٹ

31,150
U
900
27

بار ———— اوّل

تعداد ———— ایک ہزار

قیمت ———— ۱۲ روپے

۱۹۹۵ء

جملہ حقوق بحق ناشرین محفوظ ہیں

ڈبلیو۔ جی۔ ینگ نے طفیل آرٹ پرنٹرز، لاہور سے چھپوا کر شائع کیا۔

مُندرجات

سیالکوٹ ولیم ہارپر کے زمانہ میں (۱۸۴۵-۱۸۹۳)
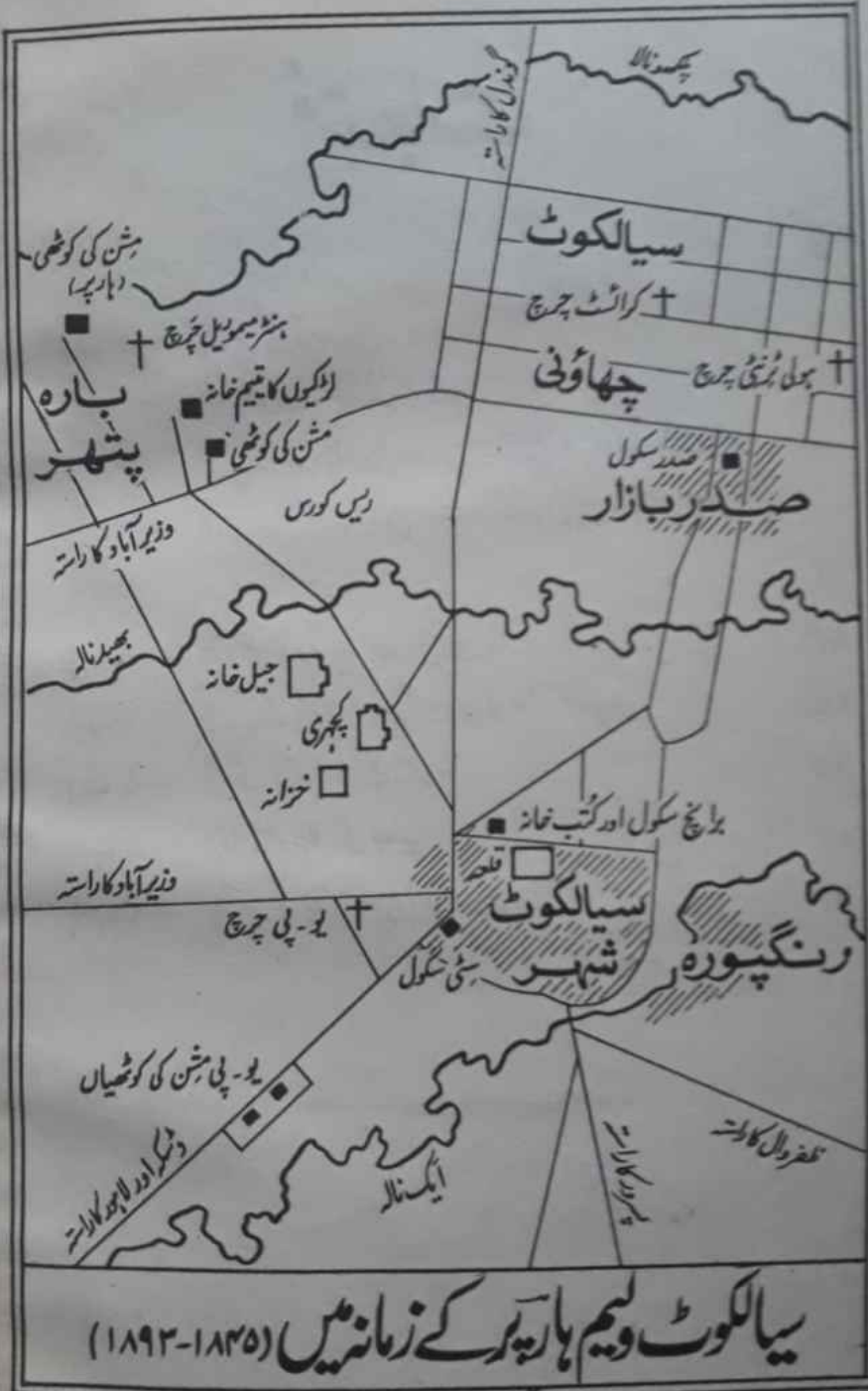
دیباچہ

مَیں نے ۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۷ء تک پنجاب میں اور تقریباً ۱۴ برس سیالکوٹ میں قیام کے دوران بطور مشنری خدمات سرانجام دیں۔ اِس دوران مَیں نے لوگوں کو اکثر ٹامس ہنٹر جیسے مشنریوں کا ذِکر کرتے سُنا جنہوں نے وہاں مسیحی کام کی داغ بیل ڈالی تھی۔ وُہ جان ینگسن، رابرٹ میک چین پیٹرسن اور ولیم سکاٹ جیسے مشنریوں کے ناموں اور کردار کا تذکرہ بھی کرتے تھے۔ جان ٹیلر اور رابرٹ پیٹرسن جیسے ابتدائی دَور کے دیگر مشنریوں کے نام ہنٹر میموریل چرچ میں یادگاری تختیوں پر موجود ہیں۔ تاہم تیس ۳۰ برس کے اِس عرصے کے دَوران مَیں نے کبھی ولیم ہارپر کے نام کا ذِکر نہیں سُنا حالانکہ اُس نے سیالکوٹ میں بارہ ۱۲ برس تک خِدمات سَرانجام دِیں، نہ کہیں اُس کی یادگاری تختی دیکھی۔ اُس کا نام مجھے صِرف ہنٹر میموریل کے پلپٹ پر مِلا جہاں خادمانِ دین کی فہرست کندہ ہے۔ اُس کا نام جیمز پی۔ لینگ کے فوراً بعد لکھا گیا ہے۔ عجیب بات ہے کہ ہنٹر، پیٹرسن، ٹیلر اور لینگ کی تصاویر تو ہمارے پاس موجود ہیں لیکن مَیں کہیں سے بھی ہارپر کی تصویر حاصِل نہ کرسکا۔ ہمیں یہ بھی پتہ نہیں کہ اُس کی شکل وصُورت کیسی تھی۔

مَیں نے حال ہی میں چرچ آف سکاٹ لینڈ اور پنجاب مشن کی تاریخ کے ایک خاص دَور کا تحقیقی مُطالعہ کیا ہے جس کو مَیں "ہارپر کا دَور" کا نام دیتا ہُوں۔ اِس تاریخ کا تعلق ۱۸۷۳ء تا ۱۸۸۵ء سے ہے۔ مَیں محسُوس کرتا ہُوں کہ ہارپر کی مشنری خِدمات سیالکوٹ اور ڈسکہ کے عِلاقوں میں ترقی

باب ۱

ہارپر کی آمد

نومبر ۱۸۷۳ء کے اواخر میں پادری ولیم ہارپر اور اُن کی اہلیہ ازبیلا پر مشتمل ایک نیا مشنری جوڑا چرچ آف سکاٹ لینڈ پنجاب مشن کے کام میں ہاتھ بٹانے کے لئے سیالکوٹ پہنچا۔ تین ماہ بعد صرف وہی مشنری تھے جو وہاں کے علاقے میں رہ گئے اور ہارپر کو مشن کا سربراہ مُقرر کر دیا گیا۔

ولیم ہارپر سکاٹ لینڈ میں ایبرڈین شہر کے شمال میں مان ڈفر کے بگھن نامی پیرش میں ۲۸ مارچ ۱۸۴۵ء کو پیدا ہُوئے۔ یہ پیرش خوشحال کاشتکاروں پر مُشتمل تھا۔ ہمیں اُن کے باپ کے بارے میں کچھ معلُومات نہیں۔ ہوسکتا ہے وُہ کچھ زمین کے مالک ہوں۔ لیکن غالب خیال یہ ہے کہ وُہ مقامی گاؤں کے سکُول میں مُعلّم تھے۔ ہارپر بہت ذہین نہ تھے مگر سکول میں بہت محنتی طالبِ علم ثابت ہُوئے۔ وُہ اعلیٰ تعلیم کے لئے ایبرڈین یُونیورسٹی میں داخل ہُوئے۔ اُس زمانہ میں یونیورسٹی میں پڑھائی موسمِ سرما میں اکتوبر سے مارچ تک کے مہینوں میں ہُوا کرتی تھی اور ایم۔ اے کے نصاب کی تکمیل میں پانچ سال لگتے تھے۔ ہارپر اپنے اخراجات پُورے کرنے کے لئے موسمِ گرما میں ایک گاؤں کے سکُول میں کام کرتے یا ٹیوشن پڑھایا کرتے تھے۔ ۱۸۷۰ء میں ۲۵ برس کی عُمر میں اُنھوں نے ایم۔ اے پاس کر لیا۔ تین سال بعد اُنھوں نے بی۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اِسی سال یعنی ۱۸۷۳ء میں بگھن کے ایک اور طالبِ علم نے بھی ایبرڈین سے ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ اُس طالبِ علم

کا آبائی گاؤں پٹس لائیگو تھا۔ یہاں کے لوگوں کے عام پیشے کاشتکاری اور ماہی گیری تھے۔ پٹس لائیگو ہارپر کے آبائی گاؤں سے تقریباً ۲۴ کلومیٹر دُور ساحلِ سمندر پر واقع تھا۔ بچپن کے اُس طالبِ علم کا نام جان ینگ تھا۔ وُہ ہارپر سے سات برس چھوٹا تھا مگر دونوں میں دوستی کا رشتہ اُستوار ہوگیا۔ دونوں ہی محسوس کرتے تھے کہ ہمیں غیر ممالک میں مشنری بننے کی بلاہٹ ہے۔ ایبرڈین کے باشندے پنجاب مشن فیلڈ میں خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ ایبرڈین ہی سے ٹامس ہنٹر پنجاب کے لئے سکاٹ لینڈ کے پہلے مشنری ہوکر آئے تھے۔ وہاں کے لوگوں کو یاد تھا کہ ٹامس ہنٹر اُن کی اہلیہ جین اور ننھے سے بیٹے کو ۱۸۵۷ء میں پنجاب میں کس بے دردی سے قتل کر دیا گیا تھا۔ اُدھر ۱۸۷۳ء میں جیمز لینگ سیالکوٹ میں علاقے اور سکول اور وزیرآباد کے سکول کے انچارج تھے۔ ڈاکٹر جان ہچسن طبی میدان میں مشنری تھے اور سیالکوٹ میں ایک ڈسپنسری چلانے کے ساتھ ساتھ علاقے کا دورہ بھی کرتے تھے۔ ایک اَور شخص پادری محمد اسماعیل تھے جو بمبئی میں ہنٹر کی تبلیغی سرگرمیوں کے نتیجے میں ۱۸۵۶ء میں مسیحی ہوئے تھے۔ اُن کو گجرات میں مشنری کا درجہ حاصل تھا۔ وُہ وہاں سکول اور تبلیغی کام کے انچارج تھے۔ ہارپر نے پیشکش کی کہ مَیں پنجاب میں خدمت کروں گا۔ اُن کو اُمید تھی کہ مَیں اِن ہم خدمتوں کے ساتھ مِل کر کام کروں گا اور اُن سے سیکھوں گا۔

بی۔ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے تھوڑے ہی عرصے بعد ہارپر کو مخصوص کیا گیا اور ۱۸۷۳ء کے موسمِ گرما میں وُہ اور اُن کی اہلیہ بحری جہاز سے ہندوستان (موجودہ برِصغیر پاک و ہند) کے لئے روانہ ہو گئے۔ وُہ اکتوبر کے وسط میں کلکتہ پہنچے۔ پنجاب کے لئے

عازمِ سفر ہونے سے پہلے اُنھوں نے کچھ روز وہاں سکاٹ لینڈ کے مشنریوں کی رفاقت میں گزارے۔ پھر وہ سیالکوٹ آئے جو مشن کا ہیڈکوارٹر تھا۔ اور بڑا دن (کرسمس) لینگ اور ہچسن کے خاندانوں کی رفاقت میں منایا۔ اُن کو اس خبر سے سخت صدمہ ہُوا کہ پادری محمد اسماعیل ۱۶ اکتوبر کو بعارضہ ہیضہ اِنتقال کر گئے تھے۔ دُوسری مایوسی اِس بات سے ہُوئی کہ ڈاکٹر ہچسن نے مشن سے استعفیٰ دے دیا ہے جو یکم جنوری ۱۸۷۴ء سے مؤثر ہوگا۔ وُہ ریاست چنبہ کے پہاڑی مُلک میں ایک اَور چرچ آف سکاٹ لینڈ مشن سے وابستہ ہوکر وہاں ایک نئے طبّی کام کا آغاز کرنے کے منتظر تھے۔

جولائی ۱۸۶۱ء میں ایک کارسپانڈنگ بورڈ تشکیل دیا گیا۔ اِس کا مقصد چرچ آف سکاٹ لینڈ سیالکوٹ مشن کے کام کا اِنتظام و انصرام کرنا تھا۔ ۱۸۷۲ء میں اِس کے دائرۂ کار کو وسیع کرکے وزیرآباد اور گجرات کے علاقے بھی اِس کی تحویل میں دے دیئے گئے۔ یہ بورڈ علاقے کے مشنریوں، سکاٹس آرمی چیپلنوں، سرکردہ مقامی افسران اور سکاٹس رجمنٹ کے افسران پر مشتمل تھا۔ جب ہارپر اور اُن کی اہلیہ پہنچے اُس وقت مقامی ڈپٹی کمشنر، لیفٹیننٹ کرنل جینکنشنز بورڈ کے چیئرمین تھے اور ممبران میں نامُنتھ کو مینیر لارنسز کے کیپٹن میک فارلین شامل تھے۔ لینگ اُس کے سیکرٹری اور خزانچی تھے۔ ہارپر نے ۲ جنوری ۱۸۷۴ء کے اجلاس میں شرکت کی۔ اُن کو علاقے میں خوش آمدید کہا گیا اور فیصلہ ہُوا کہ وُہ اور اُن کی اہلیہ گجرات میں رہیں۔ اس بات کو بھی مدِنظر رکھا گیا کہ ہچسن اور اُن کا خاندان فروری کے اوائل میں چنبہ چلے جائیں گے۔

ہارپر اور اُن کی اہلیہ فوراً گجرات چلے گئے۔ وہاں کا مشن ہاؤس اُس وقت سول سرجن ڈاکٹر کوتل نے کرایہ پر لے رکھا تھا۔ یہ مشن ہاؤس

پادری رابرٹ پیٹرسن نے تعمیر کرایا تھا اور سمبڑا روڈ کے قریب سول لائینز میں واقع تھا۔ پادری اسماعیل اور اُن کی اہلیہ گجرات شہر سے باہر سرگودھا روڈ پر ایک کرایہ کے مکان میں رہائش پذیر رہے تھے ۔ آجکل یہ مکان گورنمنٹ بوائز ہائی سکول، کی مرکزی عمارت ہے۔ ہارپر اور اُن کی اہلیہ اِس مکان میں چلے گئے۔ گجرات میں مقامی باشندوں کی ایک چھوٹی سی کلیسیا تھی جو زیادہ تر مشن کے ملازمین پر مشتمل تھی ۔ یہ لوگ عبادت کے لئے ہارپر کے مکان میں فراہم ہُوا کرتے تھے ۔ اُردو کی عبادت مسٹر مکرجی کروایا کرتے تھے۔ وُہ گجرات شہر میں گورنمنٹ بوائز ہائی سکول کے مسیحی ہیڈ ماسٹر تھے۔ اِس میں شک نہیں کہ ہارپر انگریزی میں منادی کرکے اپنے وعظوں کا ترجمہ کراتے تھے۔ شہر کے اندر اُردو میڈیم کا مشن بوائز سکول تھا۔ اِس میں ۶۰ طلبہ تھے جو مڈل (آٹھویں جماعت) تک تعلیم حاصل کرتے تھے۔ پادری محمد اِسماعیل نے کام کو بڑی اچھی حالت میں چھوڑا تھا۔ جب ہارپر نے لینگ سے چارج لیا تو اُن کو ساری ذمّہ داریاں اچھی طرح بتا اور سمجھا دی گئی تھیں۔ بہت سا کام مسٹر بُرج لعل پر چھوڑا جا سکتا تھا۔ وُہ بوائز سکول کے قابل اور لائق ہیڈ ماسٹر تھے۔ ہارپر وقت نکال کر قصبے کے کئی پڑھے لکھے جوانوں سے ملتے اور اُن کے ساتھ مسیحیّت کے فوائد اور عُمدگی پر انگریزی زبان میں تبادلہ خیال کیا کرتے تھے۔ ہارپر محسُوس کرتے تھے کہ یہاں تبلیغ کرنے کے حقیقی مواقع مَوجُود ہیں ۔ لیکن گجرات میں ہارپر اور اُن کی اہلیہ کا قیام صرف ڈیڑھ مہینے تک ہو سکا ۔

۲۷ فروری کو سیالکوٹ میں کارسپانڈنگ بورڈ کی اگلی میٹنگ ہُوئی ۔ یہ میٹنگ فوری نوٹس پر بُلائی گئی تھی ۔ ہارپر کو اِس کی خبر غالباً

پادری رابرٹ پیٹرسن نے تعمیر کرایا تھا اور عمدا روڈ کے قریب سِول لائینز میں واقع تھا۔ پادری اِسماعیل اور اُن کی اہلیہ گجرات شہر سے باہر سرکلر روڈ پر ایک کرایہ کے مکان میں رہائش پذیر رہے تھے۔ آجکل یہ مکان گورنمنٹ بوائز ہائی سکول، کی مرکزی عمارت ہے۔ ہارپر اور اُن کی اہلیہ اِس مکان میں چلے گئے۔ گجرات میں مقامی باشندوں کی ایک چھوٹی سی کلیسیا تھی جو زیادہ تر مشن کے ملازمین پر مشتمل تھی۔ یہ لوگ عبادت کے لئے ہارپر کے مکان میں فراہم ہُوا کرتے تھے۔ اُردُو کی عبادت مسٹر مکرجی کروایا کرتے تھے۔ وُہ گجرات شہر میں گورنمنٹ بوائز ہائی سکول کے مسیحی ہیڈ ماسٹر تھے۔ اِس میں شک نہیں کہ ہارپر انگریزی میں منادی کرکے اپنے وَعظوں کا ترجمہ کراتے تھے۔ شہر کے اندر اُردو میڈیم کا مشن بوائز سکول تھا۔ اِس میں ۶۰ طَلَبہ تھے جو مِڈل (آٹھویں جماعت) تک تعلیم حاصل کرتے تھے۔ پادری مُحمد اِسماعیل نے کام کو بڑی اچھّی حالت میں چھوڑا تھا۔ جب ہارپر نے لینگ سے چارج لیا تو اُن کو ساری ذِمّہ داریاں اچھّی طرح بتا اور سمجھا دی گئی تھیں۔ بہت سا کام مِسٹر بُرج لعل پر چھوڑا جا سکتا تھا۔ وُہ بوائز سکول کے قابِل اور لائق ہیڈ ماسٹر تھے۔ ہارپر وَقت نکال کر قصبے کے کئی پڑھے لِکھے جوانوں سے مِلتے اور اُن کے ساتھ مسیحیت کے فوائد اور عُمدگی پر انگریزی زبان میں تبادلہ خیال کیا کرتے تھے۔ ہارپر محسُوس کرتے تھے کہ یہاں تبلیغ کرنے کے حقیقی مواقع مَوجُود ہیں۔ لیکن گجرات میں ہارپر اور اُن کی اہلیہ کا قیام صِرف ڈیڑھ مہینے تک ہو سکا۔

۲۷ فروری کو سیالکوٹ میں کارسپانڈنگ بورڈ کی اگلی میٹنگ ہُوئی۔ یہ میٹنگ فوری نوٹس پر بُلائی گئی تھی۔ ہارپر کو اِس کی خبر غالباً

کچھ عرصہ بعد ہُوئی کیونکہ نہ تو وُہ اِس میٹنگ میں حاضر ہُوئے نہ معذرت ہی بھیجی۔

لینگ نے بورڈ کو بتایا کہ مجھے چرچ آف سکاٹ لینڈ فارن مشن کمیٹی کا ایک خط موصُول ہُوا ہے کہ بمبئی میں ایک اَسامی خالی ہے جسے فوری طور پر پُر کرنا ہے۔ اور مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ فوراً وہاں جاکر جنرل اسمبلی اِنسٹی ٹیوشن کا چارج سنبھالوں۔ اِس لیئے مَیں پنجاب مشن سے اِستعفیٰ دینے کے سوا اَور کچھ نہیں کر سکتا۔ لینگ کا اِستعفیٰ بادِلِ ناخواستہ قبول کر لیا گیا۔ ہارپر اور اُن کی اہلیہ کو دوبارہ سیالکوٹ میں مامور کیا گیا اور ہارپر کو مشن کا سیکرٹری اور خزانچی مُقرر کر دیا گیا۔ ابھی ہارپر کی ۲۹ ویں سالگرہ میں چند ہفتے باقی تھے۔ اُنہیں پنجاب میں آئے مُشکل سے تین مہینے ہوئے تھے۔ اُن کو اُردو بھی معمُولی سی آتی تھی کہ وُہ مشن کے سربراہ بن گئے اور سب کچھ اُن کے چارج میں تھا۔ تقریباً ۲ برس تک علاقے میں وُہی واحِد مشنری تھے۔ اُن کے دوست پادری ینگسن کو اکتوبر ۱۸۷۵ء کے آخر میں آکر گُجرات میں کام کی ذِمّہ داری سنبھالنا تھی۔

باب ۲

سیالکوٹ ۱۸۷۴ء میں

اُس زمانے میں سیالکوٹ تیس ہزار[۳۰،۰۰۰] باشِندوں کا شہر تھا۔ یہاں ہندوؤں اور مُسلمانوں کی تعداد برابر تھی۔ سِکّھ اور جین بہُت زیادہ تعداد میں نہ تھے۔ کہیں کہیں چند افغان بھی آباد تھے۔ یہ شہر ایک بڑے ضِلع کا ہیڈکوارٹر تھا۔ پُورے ضِلع کی آبادی کوئی دس[۱۰] لاکھ نفُوس تھی جِن میں تقریباً چھ[۶] لاکھ مُسلمان اور آٹھ ہزار سِکّھ تھے۔ ضِلع کا زیادہ عِلاقہ سیالکوٹ شہر سے جنُوب کی طرف تھا جس میں جنُوب مشرِق کی طرف پسرُور اور نارووال کے قَصبے شامِل تھے۔ مغرب میں سمبڑیال اور جامکے تھے جِن کی آبادی تقریباً ۱۳،۰۰۰ نفُوس تھی۔ جنوب مغرب میں ڈسکہ تھا جہاں کوئی ۹،۰۰۰ نفُوس آباد تھے۔ اُس زمانے میں سیالکوٹ کی بڑی صنعت کاغذسازی تھی جس میں ایک ہزار افراد مُلازم تھے۔ دُوسری صنعت کوفت گری تھی، یعنی فولاد میں سونے کی کندہ کاری۔ سیالکوٹ منڈی بھی تھا۔ یہاں ایک قلعہ تھا جِس میں سپاہیوں کے دستے متعیّن ہوتے تھے۔ البتہ فوج کی اپنی چھاؤنی تھی جو شہر سے دوّ[۲] یا تین[۳] میل شمال میں واقع تھی۔ چھاؤنی کی سڑکیں ایک دُوسری کے متوازی اور زاویۂ قائمہ پر کاٹتی ہُوئی بنائی گئی تھیں۔ اِس کا اپنا ایک بڑا بازار تھا جِس کو صَدر بازار کہتے تھے۔ شہر سے تقریباً دو[۲] میل شمال مغرب کی طرف اور چھاؤنی کے مغربی کنارے سے کوئی ایک میل دُور بارہ پتھر نامی ایک عِلاقہ تھا۔ برطانوی اِقتدار کے ابتدائی دِنوں میں

ڈپٹی کمشنر کی رہائش گاہ یہاں تھی اور کچہری اور پولیس لائنز بھی یہیں تھی۔ لیکن جس زمانے میں ہارپر سیالکوٹ آئے اُس وقت کچہری، مجسٹریٹوں کی رہائش گاہ اور پولیس لائنز کو شہر کے ایک میل قریب منتقل کر دیا گیا تھا۔

پہلے سکاٹس مشنری پادری ٹامس ہنٹر چھاؤنی میں ایک کرایہ کے مکان میں رہائش پذیر ہوئے تھے۔ لیکن اُن کے جانشینوں پادری جان ٹیلر اور پادری رابرٹ پیٹرسن کی سر براہی میں بہت جلد بارہ پتھر مشن کی کارروائیوں کا مرکز بن گیا۔ سنہ ۱۸۶۱ء میں وہاں ڈپٹی کمشنر کا مکان اور کچہری کی عمارات کو خرید کر یتیم خانے کھولے گئے تھے۔ ینگ نے سنہ ۱۸۷۲ء میں لڑکوں کا یتیم خانہ بند کر دیا تھا، لیکن لڑکیوں کا یتیم خانہ ابھی تک قائم تھا۔ اِس میں ۲۵ لڑکیاں تھیں۔ سنہ ۱۸۶۲ء میں یو۔پی (یونائیٹڈ پریسبٹیرین) مشنریوں سے دو مشن ہاؤس اور نو خاندانوں کی آباد کاری کے لئے زمینیں خرید لی گئیں۔ سنہ ۱۸۶۵ء میں پُر شکوہ ہنٹر میموریل چرچ مکمل ہُوا اور اُس کی تقدیس ہُوئی۔ دُوسری عمارتوں اور زمین کے لحاظ سے یہ گرجا مرکز میں واقع تھا۔

اِس موقع پر اِن عمارتوں کا کچھ بیان موزوں معلوم ہوتا ہے۔ ڈپٹی کمشنر کا مکان اور کچہری کی عمارات اُس بڑی لال کوٹھی میں اور اُس میدان میں واقع تھیں جہاں آج کل سیالکوٹ کنونشن منعقد ہوتی ہے۔ سنہ ۱۸۷۴ء میں یہ جگہ لڑکیوں کا یتیم خانہ تھی۔ اِسی سال فروری میں مسز رُول اپنی بیٹی کے ہمراہ یہاں آئیں۔ اُن کے مرحوم خاوند پنجاب میں سول سروس میں ملازم رہے تھے۔ مسز رُول کو سکاٹ لینڈ میں لیڈیز ایسوسی ایشن نے پانچ سالہ معاہدے کے تحت لڑکیوں کی دیکھ بھال کے لئے بھیجا تھا۔

دُوسری لال کوٹھی جو آج کل بشپ آف سیالکوٹ کی رہائش گاہ

ہے، ابتدا میں اسسٹنٹ کلکٹر کی رہائش گاہ ہوتی تھی ۔ اِسے یُو۔پی مشن نے خرِیدا تھا۔ ۱۸۵۷ء میں مسٹر ہِل اِس میں رہائش پذیر تھے۔ ہنٹر خاندان نے اپنی آخری رات اِسی بنگلہ میں بَسر کی تھی۔ جب سکاٹ لینڈ والوں نے اِسے خرید لیا تو اِسے سکاٹس کے سینئیر مشنری کی رہائش گاہ بنا دیا گیا۔ ٹیلر اور لینگ یہیں مقیم رہے تھے۔ اَب ہارپر اپنی اہلیہ ازبیلا کے ہمراہ اِس میں آگئے۔ ابھی تک اِس جوڑے کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔

آج کل جو مکان کرِسچن فیتھ اور لائف کمیونٹی کے وارڈن کی رہائش گاہ ہے، وُہ بھی یُو۔پی مشنریوں سے خرِیدا گیا تھا۔ اُس میں نائب مشنری رہا کرتے تھے۔ پیٹرسن اِس مکان میں رہے۔ مُحمد اِسماعیل اور ہچسن کی رہائش بھی وَہاں رہی۔ ہچسن کے چلے جانے کے تھوڑے عرصہ بعد یہ مکان ایک انگریز خاندان کو کرایہ پر دے دیا گیا۔

چھاؤنی میں ٹیلر اور پیٹرسن نے لڑکوں کا ایک اُردو میڈیم سکُول کھولا تھا جس کے انچارج مُحمد اسماعیل تھے۔ کُچھ ہی عرصے بعد یہ سکول صَدر بازار کے عِلاقے میں منتقِل ہو گیا۔ ۱۸۷۴ء میں یہاں ۱۰۰ طالب عِلم تھے، مگر سکُول کو مُشکلات کا سامنا تھا۔ یہاں چند کارِندوں کے ذریعے سے کُچھ بازاری منادی بھی کی جاتی تھی اور سکاٹس چیپلین کی غیر حاضری میں مشنری پریسبٹیرین فوجی دستوں کے درمیان بھی کام کرتے تھے۔

اِبتدا میں ہنٹر اور بعد میں ٹیلر اور پیٹرسن اِس بات پر مُتفق ہُوئے تھے کہ سیالکوٹ کا شہر خصُوصی طور پر یُو۔پی مشن کی کارروائیوں کا حلقہ ہو گا۔ امریکنوں نے شہر میں ایک سکُول کھول رکھا تھا۔ لیکن ۱۸۶۴ء میں انچارج مشنری مسٹر سٹیونسن نے سکُول بند کر کے اُستادوں کو نوٹس دے دیا۔ اِن دِنوں

مسٹر سٹیونسن لمبی چھٹی پر جانے والے تھے۔ ٹیلر نے آگے بڑھ کر سکول کو پھر کھولا اور اُستادوں کو دوبارہ مُلازم رکھا۔ اِس اِقدام سے مشنوں کے درمیان تلخ احساسات پیدا ہو گئے۔ اِس کے بعد تین برس تک سکُول کسی قابلِ قبول معیار تک پہنچنے کی جدوجہد کرتا رہا۔ لیکن جب ۱۸۶۷ء میں مُحمد اسماعیل کو ہیڈ ماسٹر مُقرر کیا گیا تو معیار بہتر ہوگیا۔ ایک سال بعد حکُومت نے اپنا ضلع ہائی سکُول سکاٹس مشن کی تحویل میں دے دیا۔ یہ سکُول غلہ منڈی کے قریب واقع تھا اور اچھی ساکھ اور وقار رکھتا تھا۔ ۱۸۷۴ء میں ہارپر آئے تو یہ سکُول کافی ترقی کر رہا تھا اور اِس میں ۱۵۰ لڑکے زیرِ تعلیم تھے۔ قلعہ کے نزدیک ایک پرائمری سکول بھی تھا جس میں ۶۰ لڑکے تھے۔ اِس پرائمری سکُول سے فارِغ ہوکر طَلَبہ غلہ منڈی والے ہائی سکول میں آجایا کرتے تھے۔ کارِندوں کے ذریعے سے شہر میں بازاری منادی بھی کی جاتی تھی۔

۱۸۷۶ء میں ہارپر نے سکاٹ لینڈ ایک چِٹھی بھیجی جس میں درخواست کی کہ مزید ایک مشنری بھیجا جائے جو میرے ساتھ مِل کر کام کرے۔ اگرچہ اس درخواست پر کسی نے کان نہ دھرا لیکن یہ چِٹھی بڑی دِلچسپ ہے کیونکہ اِس میں سیالکوٹ میں مِشنری کام کے بارے میں ہارپر کے اوّلین تاثرات کی جھلک دِکھائی دیتی ہے اور پتہ چلتا ہے کہ اِس کام کو کیا چیلنج درپیش تھے اور کیا مواقع حاصِل تھے۔

ہارپر نے آب و ہوا کے بارے میں لِکھا:

"جس شخص کی جِسمانی ساخت ٹھوس اور مضبُوط نہیں اُس کو بحیثیت مِشنری یہاں آنے کا سوچنا بھی نہیں چاہیئے۔ سال میں پانچ مہینے یہاں کی آب و ہوا قوّتِ برداشت کا پُورا

پُورا اِمتحان لیتی ہے۔ گرمی کی شِدت جنُوبی ہندوستان سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ دُوسری طرف پانچ مہینے ایسے بھی ہیں جن میں موسم نہایت خوشگوار ہوتا ہے۔ مجمُوعی طور پر اِس موسم میں آب و ہوا خُشک ہوتی ہے۔ وقتاً فوقتاً بارِش بھی ہوتی ہے۔ موسموں میں بہُت تبدیلی ہوتی ہے۔ درجۂ حرارت میں شدِید تبدیلی کوئی غیر معمُولی بات نہیں۔ مضبُوط جسمانی ساخت کے آدمی کو ڈرنے کی کوئی ضرُورت نہیں۔ موسم کی سختیوں کو کم کرنے کی بہُت سی تدابیر ہیں۔"

کام اور خِدمت کے حالات کے بارے میں وُہ لِکھتے ہیں:

"ہماری کلیسیا نے اپنے مشنریوں کے لئے جو انتظامات کر رکھے ہیں اور جو سہُولیات مُہیا کی ہیں اُن کے بارے میں مُجھے کُچھ کہنے کی ضرُورت نہیں۔ سِوائے اِس کے کہ بہُت فراخدِلانہ ہیں اور کہ اُن کو دُنیاوی فکروں سے آزاد کر رکھا ہے۔ جو مشنری سیالکوٹ آتا ہے، اُس کا خیر مقدم کرنے کو دوست اور رہائش کے لئے نہایت عُمدہ مکان تیار مِلتا ہے۔ ابتدائی دَور میں آنے والوں کو ایسا کُچھ بھی نصیب نہیں تھا۔ سمُندری سفر اور مُلک کے شمالی حِصّوں کی طرف سفر نہایت دِلچسپ ہوتا ہے۔ اور سات سال کے عرصے کے بعد وُہ اُمید کر سکتا ہے کہ باعِزّت طریقے سے وطن واپس جائے اور اپنے دوستوں سے مِلے۔"

ہارپر نے یہ بھی لِکھا کہ سیالکوٹ میں کئی مذہب ہیں اور بہُت

سی نسلوں کے لوگ آباد ہیں۔ اس سے اُن کا مطلب یہ تھا کہ ایک مشنری کو تمام بڑے بڑے مذاہب کے عقیدوں کے بارے میں سیکھنا پڑتا ہے۔ مثلاً ہندو، مُسلم، سِکھ، جین — اور اُن کے مختلف تصورات اور اندازہائے فکر سے واقف ہونے کی کوشش کرنی پڑتی ہے۔ چونکہ یہ عقائد ساتھ ساتھ موجود ہیں اِس لئے خاصی رواداری بھی ہے اور شک وشُبہات کی آزادی بھی۔ نیز سچائی کی تلاش پر آمادگی بھی پائی جاتی ہے۔

ہارپر نے یہ بھی لِکھا کہ ایک مشنری کو اپنے کام میں کیا رویّہ اپنانا چاہیئے اور یہ بھی کہ اُس کے لئے کیسے وسیع مواقع موجود ہیں:

"اُس کو پہلے سال میں گہرا مُطالعہ اور مشاہدہ کرنا چاہیئے۔ اِس کے دَوران لوگوں کے بارے میں بہت کُچھ سیکھے۔ کام کو دیکھے اور معلوم کرے کہ مَیں کون سا کام کرنے کے لئے سب سے زیادہ مَوزوں ہوں۔ اُس کا ہم کار ہوتے ہوئے مَیں نے کام کے سارے شعبوں میں تجربہ حاصل کیا ہے۔ میری اپنی کوئی پسند نہیں ہے۔ مَیں ہر شعبے میں کام کرنے کو تیار ہُوں تاکہ وُہ آزادانہ چُناؤ کر سکے۔ ہمارے دو سکول ہیں۔ ایک شہر میں دُوسرا چھاؤنی میں۔ مجھے اُمید ہے کہ بہت جَلد شہر کے سکُول میں ہی سیالکوٹ کے ۵۰۰ نَوجوان زیرِ تعلیم ہوں گے۔ یہ کسی بھی شخص کے لئے شاندار میدان ہے۔ اپنے وطن میں مجھے کسی بھی قسم کا تدریسی کام پسند نہیں تھا۔ لیکن اِس میدان میں سچائی کی وضاحت کرنا اور غلطیوں کے خِلاف نبرد آزمائی بہت دِلچسپ کام ہیں۔ اور پھر شہر ہے جہاں ۳۰،۰۰۰ رُوحوں میں

منادی کرنے کے مواقع ہیں۔ صرف یہی کسی پوسٹ کے لئے اِفروس ہے۔ پھر مقامی کلیسیا ہے جس کی خدمت کرنا ہوگی۔ اور پریسبیٹرین چیپلین کی غیر حاضری میں انگریزی کلیسیا میں بھی کام کرنا ہوگا۔ البتہ میرا خیال ہے کہ ایک مشنری چھاؤنی میں جتنا کم دیکھا جائے اُتنا ہی بہتر ہے۔ اِس کے ساتھ ہی گھوم پھر کر منادی کرنے، کلیسیائیں قائم کرنے اور اُن کی نگرانی کرنے کی خدمت ہے، اور یہی خدمت کا عظیم شرف ہے۔

ڈسٹرکٹ میں کام کے بارے میں بھی کچھ بات ہونی چاہیئے۔ ۱۸۷۴ء میں آؤٹ اسٹیشن صرف ایک تھا یعنی سمبڑیال اور وہاں نائب کارندہ یعقوب تھا۔"

باب ۳

ہارپر، واحد انچارج — مارچ ۱۸۷۴ء تا اکتوبر ۱۸۷۵ء

ہارپر ایک بااُصول اور باقاعدہ کام کرنے والے شخص تھے۔ محنت سے ہرگز نہیں گھبراتے تھے۔ ۱۸۷۴ء اور ۱۸۷۵ء کے دَوران جب وُہ واحد مشنری تھے، اُنھوں نے موسمِ گرما میں کوئی چُھٹی نہ لی۔ دُوسری ذِمّہ داریوں کے ساتھ ساتھ وُہ اُردُو زُبان پر عبُور حاصِل کرنے کی بھی کوشش کرتے رہے، مگر یہ کام اُن کو مُشکل لگتا تھا۔ آخر ۱۸۷۶ء میں اُنھوں نے پانچ مہینے ڈلہوزی کی ٹھنڈی آب وہوا میں گُزارے "تاکہ گُزشتہ دو۲ سالوں میں مُسلسل محنت کے بعد کُچھ آرام سے لُطف اندوز ہوسکیں اور مقامی زُبان میں مہارت حاصِل کرنے کا موقع بھی مِل جائے۔"

ہارپر باقاعدگی سے گُجرات جاتے اور پانچ سے چھ ہفتوں تک وہاں ٹھہرتے تھے۔ وُہ وہاں کے بُوائز سکُول کے ہیڈ ماسٹر برج لال کی تبلیغی خدمت سے بہُت متاثر تھے:

"وُہ اکثر بازار اور گرد و نواح کے قصبوں میں منادی کرتے تھے۔ جو لوگ مائل ہوتے اُن سے علیٰحدگی میں بات چیت کرتے تھے۔ اُن کے پاس دو۲ شخص تقریباً دو۲ سال تک مُتلاشی رہے۔ جب بھی موقع مِلتا وُہ برج لال کے پاس آکر پڑھتے اور گفتگو کیا کرتے تھے۔ اُن میں سے ایک اب بپتسمہ لے چُکا ہے۔ وُہ بہُت ہونہار نوجوان ہے اور جہلم میں حکُومت کی مُلازمت کر رہا ہے۔ اُس نے زیادہ تر برج لال کے اثر سے مسیحیت کو قبول کیا۔ وُہ چاہتا تھا کہ

گجرات میں میرے ہاتھوں بپتسمہ لے، لیکن بالآخر اُس نے ارادہ بدل لیا اور میری منظوری سے ایک مقامی پاسٹر سے جہلم میں بپتسمہ لیا۔ اُس وقت سے اُس نے بڑے صبر سے بہت ظلم و ستم برداشت کئے ہیں۔ اُس سے بیوی بچے بھی زبردستی چھین لئے گئے ہیں۔ دوسرا متلاشی راولپنڈی چلا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ بہت جلد وہ بھی مسیحیت کو قبول کرے گا۔"

اگلے برس۔ ینگسن کے گجرات میں تقرر سے دس دن پہلے، ۲۹ اکتوبر ۱۸۷۵ء کو ہارپر نے مکھن چند نامی ایک کلرک کو بپتسمہ دیا۔ ہمیں اُس کے بارے میں اور کچھ علم نہیں۔ غالباً بپتسمہ کے بعد وہ گجرات سے چلا گیا۔ دراصل، چونکہ وہاں کوئی مشنری رہائش پذیر نہ تھا اور مسیحی ڈپٹی کمشنر مسٹر پرکنس بھی راولپنڈی چلے گئے تھے، اِس لئے گجرات کے متعدد مقامی مسیحی وہاں سے چلے گئے اور دوسری جگہوں پر ملازمت ڈھونڈ لی۔

اپریل ۱۸۷۴ء میں سول سرجن ڈاکٹر کوٹل نے سول لائینز میں واقع گجرات مشن ہاؤس خالی کر دیا۔ اُن کے ذمہ ۷۵ روپے کرایا واجب الادا تھا۔ مگر جب اُنہیں ادائیگی کے لئے کہا گیا تو اُنھوں نے مطالبہ کیا کہ وہاں کی عمارت اور املاک کو بہتر بنانے کے صلے میں اُنہیں ۱۷۹ روپے ادا کئے جائیں۔ اِس کے علاوہ بیماری میں پادری محمد اسماعیل کے علاج اور نگہداشت کے لئے ۱۹۱ روپے بھی دیئے جائیں۔ کارسپانڈنگ بورڈ نے قانون کا دروازہ کھٹکھٹانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن جنوری ۱۸۷۵ء میں ایک سمجھوتا ہوگیا۔ کوٹل نے ۵۰ روپے ادا کر دیئے اور بورڈ نے اُن کے ذمہ بقیہ ۲۵ روپے چھوڑ دیئے۔

اب چونکہ مشن ہاؤس دستیاب ہوگیا تھا اور ہارپر جب بھی آتے وہاں

قیام کر سکتے تھے، اِس لئے اُنہوں نے بوائز سکُول کو اُس کرایہ کے مکان میں منتقِل کرنے کے لئے اقدام کئے جہاں اُن کی اُس وقت رہائش رہی تھی جب وُہ پہلی دفعہ آئے تھے۔ اُن کے اپنے الفاظ میں :

"سکُول کو شہر کے باہر ایک زیادہ صحت افزا علاقے میں مُنتقِل کر دیا گیا ہے۔ یہ عمارت کہیں زیادہ آرام دِہ، مَوزُوں اور کُشادہ ہے۔ مُناسب معلُوم ہوتا ہے کہ مِشن یہ عمارت اور احاطہ خرید لے کیونکہ اِس کے سالانہ کرایہ کی رقم اُس کی کُل مالیت کا تقریباً ۱۵ فی صَد ہے۔"

یہ جگہ بوائز سکُول کا مستقِل مقام بن گئی۔ یہ عمارت ۱۸۸۵ء تک کرائے پر رہی پھر خرید لی گئی۔ یہ ترقی کا بہُت اہم اِقدام تھا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہارپر کے اِس اِقدام نے گجرات پر گہرے اثرات مرتب کئے۔

ہارپر کا ایک اَور اِقدام جو گجرات کے لئے عارضی طور پر مفید ثابت ہُوا یہ تھا کہ اُنہوں نے مسیحی کتابیں اور ٹریکٹ بیچنے کے لئے ایک گشتی کُتب فروش مُلازِم رکھا۔ نومبر ۱۸۷۴ء میں ہارپر نے سیالکوٹ میں الیگزینڈر نامی ایک اُنیس ۱۹ سالہ نوجوان کو بپتسمہ دیا جو آگرہ سے اُن کے پاس آیا تھا۔

"یہ لڑکا پُرانے یتیم خانے سے تعلق رکھتا تھا اور وزیر آباد میں ہمارے مناد یعقوب کا بھائی تھا۔ وُہ حسبِ توقع اپنی ابتدائی تربیّت کے باعث پاک نِوشتوں سے اچھی طرح واقفیّت اور راہِ نجات کے بارے میں واضح نظریہ رکھتا تھا۔ معلُوم ہوتا ہے کہ وُہ سچے دِل سے مسیحی ہُوا ہے۔ وُہ مِشن سے کسی قِسم کی مَدد کا خواستگار نہیں تھا۔ بپتسمہ کے بعد اُس نے خواہش ظاہر کی کہ

مجھے رُڑکی کی وَرکشاپ میں بھیج دیا جائے۔ لیکن چونکہ اُن دِنوں مجھے گجرات کے علاقے میں ایک گشتی کتب فروش کی ضرورت تھی مَیں نے اُسے اِسی حیثیّت میں گجرات بھیج دیا۔ لیکن چند دِن گزرے مجھے یہ سُن کر بہت رَنج ہؤا کہ اُس نے کوئی شرمناک حرکت کی اور اِس کے نتیجہ میں اپنا کام بھی چھوڑ دیا"۔

ہاربر کو اِس بات سے بہت پریشانی اور مایوسی ہوتی تھی کہ مَیں گجرات کو بہت تھوڑا وقت دے سکتا ہُوں۔ اور یہ بھی کہ امریکن یُو۔پی مِشن کے پاس مشنری عملہ زیادہ ہے، اِس لئے اُنہوں نے جہلم میں قدم جمالئے ہیں۔

"جب ہم اپنے اِرد گِرد دُوسری مشنوں پر نظر ڈال کر دیکھتے ہیں کہ اُن کی پالیسی جُرأت مندانہ اور دائرۂ کار زیادہ وسیع ہے تو ہمیں شرم آتی ہے۔ ہمارا میدان بہت بڑا اور اہم ہے لیکن دُوسری مشنیں بتدریج اِس کا گھیرا تنگ کرتی جارہی ہیں۔ بہت سے اہم مقامات ہماری گرفت سے صِرف اِس لئے نِکل گئے ہیں کہ ہمارے پاس آدمی نہیں جو وہاں قدم جمائے رکھتے۔ قابلِ توجّہ امر یہ ہے کہ جہلم ہمارے ہاتھوں سے نِکل گیا ہے۔ اگر مَیں غلطی نہیں کر رہا تو سابِق مشنری واضح طور پر اُس کو اپنے مَیدان کا حِصّہ سمجھتے تھے۔ امریکن مشنری اُس کی جائے وقوع اور حیثیّت کی اہمیّت سے کما حقہٗ آگاہ ہیں۔ وُہ ہمارے حلقۂ کار میں سے سیدھے قدم بڑھاتے ہُوئے اُس شہر پر قابض ہو گئے ہیں"۔

وزیر آباد، سیالکوٹ سے گجرات کو جاتے والی سڑک پر واقع ہے۔ ہاربر مختصر دَورے پر وہاں جایا کرتے تھے۔ وُہ وہاں کے بُوائز سکول سے مطمئن

نہیں تھے ۔ اُن کو احساس تھا کہ اُن کا معیار بہُت پَست ہے ۔ وُہ کِسی موزُوں ہیڈ ماسٹر کی تلاش میں تھے مگر کامیابی نہ ہُوئی ۔ اُن کو سیالکوٹ یا گجرات کی نسبت وزیر آباد میں مسیحی پیغام کی زیادہ مُخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ وُہ محسُوس کرتے تھے کہ اِس شہر میں مسیحی اثرات مُقابلتاً کم ہیں ۔

گجُرات میں مشنری کی عدم موجُودگی میں مسٹر مکر جی مسیحیوں کی عبادات کرایا کرتے تھے ۔ وُہ گجرات میں گورنمنٹ بوائز ہائی سکُول کے ہیڈ ماسٹر تھے ۔ مارچ ۱۸۷۵ء میں اُنہوں نے کارسپانڈنگ بورڈ کو درخواست دی کہ اُن کی مخصُوصیت کرکے اُنہیں گجُرات میں واعِظ مامُور کیا جائے ۔ تحقیقات کرنے کے بعد اُن کی درخواست اور اَسناد سکاٹ لینڈ میں فارن مشن کمیٹی کو اِرسال کر دی گئیں مگر اُن کی درخواست قبُول نہ کی گئی ۔ اِس کے باوجود مکرجی کو یقین تھا کہ مُجھے مِشن کی خِدمت کرنے کی بُلاہٹ ہے ۔ وُہ مالی قُربانیاں دینے کو بھی تیار تھے ۔ ۱۸۷۷ء میں اُنہوں نے گورنمنٹ کی نوکری سے اِستعفیٰ دے دِیا اور گجرات مِشن بوائز سکُول کے ہیڈ ماسٹر ہو گئے ۔ اِس کا مطلب تھا کہ اب مسٹر ینگسن برِج لال جیسے لائِق شخص کا تبادلہ وزیر آباد بوائز سکول میں کر سکتے تھے ۔

ہارپر کو سمبڑیال کا دورہ کرنے میں سہُولت ہوتی تھی کیونکہ یہ قصبہ سیالکوٹ سے وزیر آباد جانے والی سڑک کے عین کنارے پر واقع تھا ۔ ینگ نے وہاں یعقوب کو مناد مُقرر کیا ہُوا تھا ۔ یعقوب بھی اپنے بھائی الیگزینڈر کی طرح بارہ پتھر کے لڑکوں کے یتیم خانے میں پلے بڑھے تھے ۔ ہارپر نے یعقوب کا تبادلہ وزیر آباد کرکے اُن کی جگہ ایک زیادہ لائق اور قابلِ اعتبار شخص کو تعینات کیا ۔ یہ نَو مُسلم تھے ۔ وُہ ہندُو جاتی سے آئے

تھے اور امرتسر سے تعلق رکھتے تھے جہاں وُہ سی۔ایم۔ایس کی بشارتی خِدمت کی بدولت ایمان لائے تھے۔ پہلے وُہ سیالکوٹ شہر میں مناد کی حیثیت سے کام کرتے رہے تھے۔ دسمبر ۱۸۷۴ء میں ہارپر ایک ہفتہ اُن کے ساتھ رہ کر اِرد گرد کے دیہات میں اُن کے ساتھ گشت کرتے رہے۔ وُہ اِس نتیجے پر پہنچے کہ سمبڑیال کوئی خاص اہم جگہ نہیں اور نہ گشتی خِدمت کے لئے اچھا مرکز ہے۔ ۱۸۷۵ء میں اُنھوں نے ٹھاکرمل کا تبادلہ ڈسکہ کر دیا۔ جو کچھ دس سال بعد واقع ہونے کو تھا اُس کی روشنی میں یہ اِقدام تارِیخی اہمیت کا حامِل ہے۔

اُس سال ہارپر نے ایک مہینہ سیالکوٹ اور ڈسکے کی تحصیل میں بہت سے قصبوں اور دیہات کا دَورہ کیا:

"اپنے ایک مہینے کے دَورے پر ہارپر نے ۱۲ قصبوں اور بڑے دیہات میں خِدمت کی۔ اُن کی رپورٹ ہے کہ زیادہ آسانی سے رسائی اُن جگھوں پر ہُوئی جہاں مُعاشرے کی حالت زیادہ غیر متمدّن ہے۔ اور زیادہ مخالِفت کا سامنا اُن عِلاقوں میں ہُوا جہاں تعلیم کے فوائد زیادہ پھیلے ہُوئے ہیں۔ یہ بات قابِلِ ذکر ہے کہ جن عِلاقوں میں انگریزی زبان کی تعلیم زیادہ وسیع ہے وہاں مِشنری کا خیر مقدم کرنے کی بجائے اُسے رَدّ کیا جاتا ہے۔ اگرچہ کئی لحاظ سے یہ بات حوصلہ شکن ہے مگر کئی دُوسرے اِعتبار سے واقعی حوصلہ افزا بھی ہے کیونکہ اِس سے ایک ایسی ذہنی حالت کا اِظہار ہوتا ہے جو نمایاں طور پر اعلیٰ تعلیم یافتہ انگریز مُبشّروں کی محنتوں کے لئے تیار ہے۔ یہ مِشنری اپنی تعلیم کو مقامی جوانوں کی مُشکِلات کے مُطابق ڈھال سکتے ہیں۔ اور ذہنی قابلیّت اور

مسیحی جوش کو یکجا کر کے اُن کو مسیحی نظام کے اعلیٰ تصوّرات اور مفاہیم کے بارے میں تحریک دے سکتے اور اِلٰہی سچائی کے بارے میں اعلیٰ تر اُمنگوں اور اِشتیاق کو جگا سکتے ہیں۔ البتہ یہ بات ظاہر ہے کہ کسی یورپی مِشنری یا مقامی مناد کا اتفاقی دَورہ، اور بازاری منادی کے لئے موزوں اندازِ خطاب کوئی ایسے طریقے نہیں ہیں جن سے ایسے نوجوانوں کو تعلیم دی جا سکے یا اُن پر مُستقِل اثر مُرتّب کیا جا سکے"۔

ہم دیکھیں گے کہ ہارپر "جوان ذہنوں کی مُسلسل اور مُنظّم تربیّت" پر یقین رکھتے تھے کہ یہی تبلیغ کا مؤثر ترین طریقہ ہے۔ وُہ سمجھتے تھے کہ دیہات کے مختصر اور سطحی دَورے "ہوا کو مُکّے مارنے" کی طرح ہیں جن سے کُچھ پھل پیدا نہیں ہوتا۔

ہارپر نے ۱۸۷۴ء اور ۱۸۷۵ء کے سالوں کے دَوران اپنے کام کی جو رپورٹیں لکھی ہیں اُن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنا بیشتر وقت اور توجّہ خاص سیالکوٹ، یعنی بارہ پتھر، چھاؤنی اور شہر میں کام پر صَرف کرتے رہے۔

بارہ پتھر

بارہ پتھر میں ہارپر کے پاس تین بڑی ذِمّہ داریاں تھیں۔ وُہ ہنری مارٹن میموریل چرچ کے پاسبان تھے، لڑکیوں کے یتیم خانے کے خزانچی تھے اور مِشن کے سیکرٹری اور خزانچی تھے۔ آئیے اِن پر باری باری نظر ڈالیں۔

۱۸۷۳ء میں لینگ نے ہنٹر میموریل چرچ کے محلِ وقوع پر نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

"یہ سوچ کر افسوس ہوتا ہے اور کوئی اُمید نظر نہیں آتی کہ یہ (گرجا) کبھی مقامی کلیسیا کے لئے مُفید ثابت ہوگا"۔

ڈیڑھ سال بعد ہارپر بھی اصل میں وُہی بات کہہ رہے تھے :

"بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ خُوبصورت اور وسیع عمارت چونکہ شہر اور صدر بازار سے بہُت دُور واقع ہے اِس لئے تقریباً بے کار ہے، سِوائے اِس کے کہ یہاں یتیم خانے کی لڑکیوں کے ساتھ عبادت کر لی جائے، جو کہ اُن کے سکُول میں بھی بآسانی کی جا سکتی ہے"۔

تو بھی اِس گرجے کی تعمیر ایمان کے ساتھ ہُوئی تھی اور یہ اِستعمال بھی ہو رہا تھا۔ اِتوار کی صُبح باقاعِدگی سے عبادت ہوتی تھی۔ ۱۸۷۴ء میں زیادہ تر مِشن کے نمائندے یہ عبادات کرواتے تھے۔ اُن میں مناد کِشن چند، نتھو مَل اور رامول اور شہر کے سکُول کے مسیحی ہیڈ ماسٹر حزقیاہ ڈیوڈ شامل تھے۔ جُمعرات کو دُعائیہ میٹنگ بھی ہوتی تھی جس میں خاصی حاضری ہوتی تھی۔ ۱۸۷۵ء تک ہارپر نے اُردو زُبان میں اِتنی روانی حاصل کر لی تھی کہ اُردو کی زیادہ تر عبادتیں خود کروانے لگے تھے۔ سیالکوٹ اور ڈسکہ کے علاقوں کے سارے مسیحی ہنٹر میموریل چرچ کے ممبر تھے اور نَو مُریدوں اور ایمانداروں کے بچوّں کو بپتسمے یہیں دِئے جاتے تھے۔ اُس زمانے کی کلیسیا کی تعداد کا اندازہ اِس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ جنوری ۱۸۷۶ء میں ۲۸ مقامی مسیحیوں نے عِشائے ربّانی لی۔

سیالکوٹ میں ہارپر کے قیام کے آخری سال کے دوران چرچ آف سکاٹ لینڈ اور امریکن یُوپی کے مشنریوں کے باہمی تعلقات بہت دوستانہ اور شگفتہ ہو گئے تھے۔ ۷۴-۱۸۷۳ء کے موسمِ سرما میں لینگ نے امریکن مشنریوں اور اُن کے مقامی مسیحیوں کو دعوت دی کہ عشائے ربانی کی رسم ہنٹر میموریل چرچ میں مل کر ادا کی جائے۔ تقریباً ۵۰ افراد وہاں جمع ہوئے اور لینگ نے دونوں طرفوں کے مقامی مسیحیوں کی حوصلہ افزائی کی کہ اکٹھی رفاقت رکھیں اور تبادلۂ خیال کریں۔ اُنہوں نے یہ اُمید بھی ظاہر کی کہ کچھ عرصہ بعد دونوں مل کر ایک دیسی کلیسیا کی تشکیل کر سکیں گے۔ ۷۵-۱۸۷۴ء کے موسمِ گرما میں یو۔پی مشن نے جوابی دعوت دی کہ ہارپر اپنے مقامی مسیحیوں کے ہمراہ سیالکوٹ شہر کے چرچ میں اُن کے ساتھ خُداوند کی میز پر شریک ہوں۔ دراصل یہ زمانہ تھا جب دونوں مشنوں کے درمیان فعّال تعاون ایک سرگرم موضوع تھا۔

افسوس کہ ۱۸۷۵ء کے موسمِ خزاں تک دونوں مشنوں کے باہمی تعلقات ٹھنڈے پڑ گئے۔ مشن سکولوں کو باہمی تعاون سے چلانے کا ایک منصوبہ بُری طرح ناکام ہو گیا۔ یو۔پی مشنری اِس کا اِلزام ہارپر کے سَر رکھتے تھے۔ ہارپر نے بھی تحقُوم مل کو ڈسکہ میں تعینات کر کے یو۔پی مشنریوں کو ناراض کر دیا کیونکہ وُہ ڈسکہ کو اپنا مَیدان سمجھتے تھے۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ ہارپر کے سیالکوٹ میں عرصۂ خدمت کے دَوران عشائے ربّانی کی کوئی متحدہ عبادت نہ ہو سکی۔

جب ہارپر نے سیالکوٹ میں اِنتظامی اُمور سنبھالے، اُس وقت لڑکیوں کے یتیم خانے میں مسز رُول بطور سُپرنٹنڈنٹ اور سَب اسسٹنٹ

سرجن فتح خان بطور طبّی مُشیر پہلے ہی مَوجُود تھے - سرجن فتح خاں کا تعلق گورنمنٹ خیراتی ہسپتال سے تھا - ہارپر نے لینگ خزانچی کا چارج لیا - ۱۸۷۵ء کے موسم بہار میں اُنھوں نے یتیم خانے کے بارے میں ایک بہُت تفصیلی رپورٹ لیڈیز ایسوسی ایشن کو ارسال کی :

"مِسز رَول اچھّے مُنتظِم کی تمام خصُوصیات کی مالِکہ ہیں - اور اَپنے بڑے گھرانے کو قابُو میں رکھنا خوُب جانتی ہیں - مجُھے یقین ہے کہ اُنھوں نے بڑی حد تک لڑکیوں کی محبّت بھی حاصِل کر لی ہے - وُہ مقامی زبان پر خاصا عبوُر رکھتی ہیں - چنانچہ سکُول کے کام کی اور اُستادوں کے کِردار کی بڑی عُمدگی سے نگرانی کر سکتی ہیں -

چارج سنبھالنے کے جلد بعد ہی مَیں نے ایک بُت پرست اُستاد کو چھُٹی دے کر اُس کی جگہ ایک مسیحی اُستاد کو مامُور کیا جس پر اِعتماد کیا جا سکتا تھا کہ اپنی ذِمّہ داریاں زیادہ دیانتداری سے پُوری کرے گا اور دُوسرے اُستاد کی نگرانی بھی کرے گا - مجُھے اُس سے نااُمیدی نہیں ہوئی - اِس سال کے دوران مِسز رول اور مسیحی مُنشی دونوں نے مسیحی تعلیم دینے پر زیادہ توجُّہ رکھّی - لیکن افسوس ہے کہ مَیں نہیں کہہ سکتا کہ کوئی نمایاں رُوحانی بیداری آئی یا کوئی نئے افراد ایمان لائے - مِسٹر لینگ کی روانگی سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے اُن میں سے دو افراد نے بپتسمہ لینے کی درخواست کی - مِسٹر لینگ کو اُنہیں بپتسمہ دینے کا شرف حاصِل ہوُا - لیکن اِس سے زیادہ کوئی ایسی

بات نہیں ہُوئی جس سے ہمیں خوشی اور حوصلہ افزائی ہوتی۔

جہاں تک غیر مذہبی معاملات کا تعلق ہے تو مَیں اِن کے بارے میں کوئی بہت تعریفی کلمات نہیں کہہ سکتا۔ شاید اِس مُلک کی لڑکیوں میں سیکھنے کی رغبت لڑکوں کی نسبت کم ہے۔ وُہ دُوسرے مضامین کی نسبت اُردو میں آگے ہیں۔ کُچھ چھوٹی لڑکیاں سارے مضامین سب سے بڑی جماعت کے ساتھ پڑھ رہی ہیں۔ جب کہ بہُت سی بڑی لڑکیاں اُن سے چھوٹی جماعتوں میں پڑھ رہی ہیں بلکہ بعض تو سب سے نچلے درجے سے ایک درجہ اُوپر ہیں۔

اِتوار کو مسز رول باقاعدگی سے اِن کا سنڈے سکول لیتی ہیں۔ اِس کے علاوہ ہنٹر میموریل چرچ میں خُدا کی عبادت میں بھی شریک ہوتی ہیں۔ مُجھے اِس بات کی تصدیق کرتے ہُوئے بڑی خوشی محسُوس ہوتی ہے کہ عبادت کے دَوران اُن کا کردار اور برتاؤ ہمیشہ بہُت شائستہ ہوتا ہے اور وہ پُورے اِنہماک سے عبادت کرتی ہیں۔ مَیں اُن کے گیت گانے کی بھی تعریف کِئے بغیر نہیں رہ سکتا جو کہ اِنتہائی عُمدہ ہوتا ہے۔ مسز رول کی بیٹی نے اِس سِلسلہ میں اُن کے ساتھ بہُت محنت کی ہے۔ گرجے میں اُن کے گیت گانے پر مجھے بڑی مسرّت اور شادمانی ہوتی ہے۔

پچھلی گرمیوں میں کُچھ بُخار آنے اور آنکھیں دُکھنے کی تکلیف رہی۔ اِس کے سوا سال بھر اُن کی صحت بہُت اچھی رہی۔ وُہ خاطر خواہ صحت مند اور مضبُوط ہیں۔ کُچھ دھیان بیرونی تفریحات

پر بھی دیا گیا ہے اور اُن کو صحت منداز تفریح کے ذرائع مُیسّر آئے ہیں۔ اِن تسلّی بخش حالات میں ایک بات افسوسناک ہے اور وُہ رُودرہا کا آنکھوں سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہے۔ جو کُچھ مُمکن تھا اُس کے لئے کیا گیا ہے لیکن سب بے سُود۔ اب وُہ بالکل اندھی ہے۔ اُس کے ذہن میں بڑی احتیاط اور توجّہ کے ساتھ مذہبی سچائیوں اور بائبل مُقدّس کے حِصّوں کو ذخیرہ کیا جا رہا ہے۔ اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اگرچہ دِن کی روشنی اور دُنیا کی خوبصُورتی اور حُسن کے لئے وُہ اندھی ہے لیکن اُس کی رُوحانی آنکھیں کھُل جائیں گی اور وُہ ایک زیادہ خوبصُورت اور حَسین مُلک کو دیکھ سکے گی۔

سال کے دَوران دو شادیاں ہُوئی ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ گیندیا اور جولیہ دونوں اپنی ازدواجی زندگی میں خوش ہیں۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ وُہ صِرف اپنے ہی گھروں میں نہیں بلکہ بُت پرستی کی تاریک دُنیا کے لئے بھی چراغ ثابت ہوں گی۔ یہ دُنیا جس سے اب اُن کو ہر روز واسطہ رہے گا۔

سال کے دَوران کلیسیا میں صِرف دو افراد شامل ہُوئے۔ چنانچہ تعداد ابھی تک ۲۷ ہے۔ کلیسیا میں شامل ہونے والوں میں ایک تو ہمارے مقامی مسیحی کی بیٹی رُکنی ہے۔ دُوسری ارنسٹینہ ہے۔ وُہ بھی ہمارے ایک اور مسیحی بھائی کی ہونہار اور ذہین بیٹی ہے۔ وُہ ڈے سکالر (جو طالبِ علم بورڈنگ میں نہ رہتا ہو) ہے اور سوائے تعلیم کے ہم اُسے کُچھ نہیں دیتے۔

شاید اِس بات سے محسُوس کیا جائے کہ ہم اِس ادارہ کے اصل مقصد سے ہٹ گئے ہیں - مگر مَوجودہ حالات میں یہ بات ضروری ہے۔ ورنہ ہمارے مقامی مسیحیوں کی بچیّوں کی پرورش ایسے ہو گی کہ اُنہیں باقاعدہ اور مُنظّم تعلیم کے فوائد سے محرُوم رہنا پڑے گا۔"

آخری پیراگراف سے صاف معلُوم ہوتا ہے کہ ہارپر ایک ایسے مُستقبِل کو دیکھ رہے تھے کہ جب یتیم خانہ ترقی کر کے مسیحی لڑکیوں کے لئے ایک بورڈِنگ اور ڈے سکُول بن جائے گا -

مِشن کے خزانچی اور سیکرٹری کی حیثیّت سے لینگ کی ذمہ داری تھی کہ کارسپانڈنگ بورڈ کے اجلاس طلب کرے تاکہ مِشن کی عمارات کی دیکھ بھال ہوتی رہے اور مِشن کی زمینوں کا کرایہ جمع ہوتا رہے۔ مارچ ۱۸۷۵ء میں اُنھوں نے بورڈ کو رپورٹ دی کہ زمینوں کا کرایہ وصُول نہیں ہؤا - چنانچہ فیصلہ ہؤا کہ مُعاملہ عدالت میں پیش کیا جائے - جُون تک کرایہ کی جزُوی ادائیگی ہو گئی - اور اِنتظام کیا گیا کہ بقایاجات کی ادائیگی ماہانہ اقساط میں ہو۔ ہنٹر میموریل چرچ کی مرمّت کرائی گئی اور تین سو روپیہ کے خرچ سے یتیم خانہ کی پکی دیوار بنوائی گئی -

چھاؤنی

ہارپر نے ۱۸۷۷ء میں کہا کہ "چھاؤنی میں کوئی مِشنری جتنا کم نظر آئے اِتنا ہی بہتر ہے"۔ اُن کو منظُور نہیں تھا کہ چھاؤنی میں یورپی لوگوں سے سماجی میل جول رکھا جائے کیونکہ اِس طرح مِشنری کام میں حرج ہوتا تھا۔

سنہ ۱۸۷۴ء اور سنہ ۱۸۷۵ء کے دوران چھاؤنی میں ایک پریسبٹیرین چیپلین باقاعدہ تعینات تھا۔ اِس عرصہ میں ہارپر نے چھاؤنی میں مُتعین سکاٹس فوجیوں میں کام کرنے پر بہُت وقت صَرف کیا۔ ابھی تک چھاؤنی میں چرچ آف سکاٹ لینڈ کی کوئی کلیسیا نہ تھی۔ لیکن ہارپر کو اجازت تھی کہ اتوار کی شام کو کرائسٹ چرچ میں فوجیوں کی عبادت کروایا کرے۔ کرائسٹ چرچ اینگلیکن کلیسیا کی عمارت تھی۔ بعد میں اسے مسمار کر دیا گیا۔ جب فِفتھ لانسرز سیالکوٹ میں تعینّات تھے ۸۰ سے زیادہ افراد اِن عبادتوں میں حاضر ہوتے تھے۔ مِشن کو ہارپر کی خِدمات کے عوض ۱۰۰ روپیہ ماہانہ گورنمنٹ مِلٹری گرانٹ مِلتی تھی۔ اکتوبر سنہ ۱۸۷۴ء میں یہ یُونٹ وطن واپس چلا گیا تو مِشن کی یہ گرانٹ بند ہو گئی۔

"مَیں نے کوشِش کی کہ اتوار کی شام کی عبادت چھوڑ دُوں، لیکن کلیسیا میں اِسے دوبارہ شرُوع کرنے کی خواہش اِتنی زبردست تھی اور فوجیوں کے درمیان کام اِتنا حَوصلہ افزا تھا کہ مُجھے ہار ماننی پڑی"۔

چنانچہ رضا کارانہ عبادت کی جاتی تھی۔ پہلے یہ عبادت فوجیوں کے ریڈنگ رُوم میں، اور بعد میں کرائسٹ چرچ میں منعقد کی جاتی رہی۔ حاضِرین کی تعداد سے ہارپر کی بہُت حَوصلہ افزائی ہوتی تھی۔

"معلُوم ہوتا ہے کہ خُدا کا فضل کام کر رہا ہے۔ جو بے پروا تھے وُہ بیدار ہو گئے۔ جو ڈانواں ڈول تھے وُہ مضبُوط ہو گئے اور جو مضبُوط تھے وُہ مضبُوط تر ہو گئے۔ فوجی دستوں کا متواتر آنا جانا قدرے حَوصلہ شِکن تھا۔ لیکن مجمُوعی طور پر مَیں

خُدا کا بہت شُکر گزار ہُوں"۔

ہارپر چھاؤنی میں سال میں تین۳ دفعہ خُداوند کی عشاء کی سیکرامنٹ ادا کیا کرتے تھے۔

۱۸۷۶ء میں ۲۷ ویں ہائی لینڈرز چھاؤنی میں آئے۔ پادری جیمز ٹلی اُن کے کُل وقتی چیپلین تھے۔ اب ہارپر کو سہولت ہوگئی اور پُورا وقت مشنری کام کو دینے لگے۔

بے شک چھاؤنی میں بشارتی کام کرنے کی ضرورت تھی۔ صدر بوائز سکُول میں اب ۱۰۵ طالب علم، مسیحی ہیڈ ماسٹر پالا مَل اور مناد راموَل موجُود تھے۔ کُچھ بازاری منادی بھی کی جاتی تھی۔ ہارپر سکُول سے کُچھ زیادہ مُطمئن نہ تھے اور اقرار کرتے تھے کہ بازاری منادی مشکل ہے۔

"جو کام ہُوا ہے اوسط درجہ کا ہے، سوائے ایک یا دو جماعتوں کے جن کو اچھّی طرح پڑھایا نہیں گیا ہے۔ تین۳ لڑکے مڈل سکول اِمتحان کے لئے گئے۔ لیکن سب کے سب کسی نہ کسی مضمون میں فیل ہوگئے۔ راموَل مذہبی تعلیم کے پُورے شعُبہ کا انچارج ہے۔ اور اگر عقلی لحاظ سے دیکھا جائے تو کام تسلّی بخش لگتا ہے۔ اور ظاہری شہادتوں کی بِنا پر صِرف اِتنا ہی کہا جاسکتا ہے۔ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ سکُول کے باہر راموَل نے کُچھ تبلیغی کام کیا ہے۔ وُہ بازار میں منادی کرتا ہے۔ صدر بازار میں یہ کام کرنا کافی مُشکل ہے کیونکہ وہاں بہت سے مقامی فوجی ہوتے ہیں جو فساد برپا کرنے پر ہر وقت آمادہ رہتے ہیں۔"

شہر

صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہارپر محسوس کرنے لگے تھے کہ مشن میں دُوسری جگہوں کی نسبت شہر میں کام زیادہ حوصلہ افزا اور چیلنج کرنے والا ہے۔ یہ قائلیت کسی جلد بازی کا نتیجہ نہ تھی۔ وہاں دو سکول تھے۔ ایک تو اُس پہاڑی کے شمال مغربی کونے پر واقع تھا جس پر قلعہ بنا ہُوا تھا۔ یہاں سے فارغ ہو کر طلبہ دُوسرے سکول میں آتے تھے۔ اُن دِنوں یہاں طلبہ کی تعداد ۶۲ تھی۔ دُوسرا ہائی سکول تھا جو غلہ منڈی کے قریب تھا۔ اُس میں مڈل اور ہائی جماعتیں تھیں اور طلبہ کی تعداد ۱۵۱ تھی۔ ۱۸۷۴ء میں سکول نے ۶ لڑکے مڈل کے اِمتحان کے لئے بھیجے تھے۔ اِن میں سے صرف ۲ پاس ہُوئے۔ لیکن اُس کے تین لڑکوں نے پنجاب یُونیورسٹی سے، اور تین مزید لڑکوں نے کلکتہ یُونیورسٹی سے میٹرک پاس کر لیا۔ مسیحی اُستاد ساری جماعتوں میں مذہبی تعلیم دیتے تھے۔ ہارپر نے دیکھا کہ اِن میں سے بہُت سے طالب علم مسیحیت میں گہری دِلچسپی رکھتے ہیں۔

منادِ کشن چند شہر میں باقاعِدگی سے بازاری منادی کرتا تھا اور سکول کے مسیحی اُستاد بھی اکثر رضاکارانہ طور پر اُس کے ساتھ شامل ہُوا کرتے تھے۔ یہ اُستاد متلاشیوں سے بھی مُلاقاتیں کرتے تھے۔ اُنہوں نے ایک کتب خانہ بھی کھول رکھا تھا جہاں مذہبی گفتگو ہُوا کرتی تھی۔ متلاشی بھی تھے۔ ۱۸۷۴ء میں ہارپر نے لِکھا:

"شہر میں ایک مُسلمان شخص ہے جو مسیح کی پیروی کرنے میں ثابت قدم معلوم ہوتا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ مَیں جلد ہی اُسے بپتسمہ دُوں گا۔"

یہ شخص سیّد داؤد شاہ تھا جس کو ہارپر نے بالآخر نومبر ۱۸۷۵ء میں بپتسمہ دیا۔ بعد میں ہارپر کو اِس سے مایوسی ہوئی، لیکن اِس سلسلہ میں کوئی تفصیل نہیں دی گئی۔ صِرف اِتنا لکھا کہ "بپتسمہ پانے والے اِس شخص کی مابعد کی زندگی تسلّی بخش نہیں"۔

ہارپر کو ابتدا میں دو دفعہ مایوسی ہُوئی۔ پہلے گجرات میں الیگزینڈر سے اور اب سیالکوٹ میں داؤد شاہ سے۔ اِس لئے وُہ بہت زیادہ محتاط ہوگیا کہ اُس وقت تک بپتسمہ کے لئے کِسی کی حوصلہ افزائی نہیں کروں گا جب تک پُوری تسلّی نہ ہوجائے کہ وُہ اِس مُعاملہ میں مخلص اور سچّا ہے۔

ہارپر شہر میں عورتوں کے کُچھ کام کے بھی اِنچارج تھے۔ اُس وقت میدان میں عورتیں مشنری نہ تھیں، لیکن سکاٹ لینڈ میں لیڈیز ایسوسی ایشن کی طرف سے عورتوں کے کُچھ کام کے لئے مالی اِمداد دی جاتی تھی۔

۱۸۷۱ء تا ۱۸۷۳ء کے دَوران جب گُجرات میں محمد اسماعیل خِدمت کر رہے تھے تو اُن کی اہلیہ سیلی نے مُسلمان عورتوں سے زنانہ مُلاقاتوں کا سِلسلہ شروُع کیا تھا۔ اُس کے خاوند کی وفات کے بعد کارسپانڈنگ بورڈ نے لیڈیز ایسوسی ایشن کی تجویز پیش کی کہ سیالکوٹ میں زنانہ مِشن کی بُنیاد رکھی جائے اور مسز اِسماعیل کو ۵۰ روپیہ ماہانہ تنخواہ دی جائے جس میں سے آدھی رقم مقامی ذرائع سے ادا کی جائے۔ اپریل ۱۸۷۴ء تک اِس اِنتظام پر اتفاق رائے ہوگیا۔ سیلی نے سیالکوٹ شہر میں ایک مکان کرایہ پر لیا۔ لیکن بورڈ نے کرایہ الاؤنس دینے سے انکار کر دیا۔ ہارپر کو انچارج بنایا گیا۔ اُس کی رپورٹ مختصر تھی:

"مِشنری کام کی اِس شاخ کا اِجرا حال ہی میں ہُوا ہے۔ مَیں اِس کام کی کوئی خاص رپورٹ نہیں دے سکتا۔ کیونکہ مجھے مشاہدہ کرنے

اور تحقیقات کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا ۔ دُوسرے خاندانوں کے
علاوہ مُعاشرہ کے اُوپر کے طبقوں میں کچُھ اہم خاندان ہیں جو اُس
(مسز اسماعیل) کے اثر کو قبول کرنے کو تیار ہیں ۔ وُہ جب انُہیں
مِلنے جاتی ہیں تو دُنیاوی تعلیم کے ساتھ مذہبی تعلیم بھی دیتی ہیں ۔
مُجھے یقین ہے کہ لوگ اُن کو ہمیشہ خُوش دِلی سے خُوش آمدید کہتے
ہیں ۔ اور مُجھے اُمید ہے کہ اچّھا کام ہو رہا ہے"۔

صاف معلُوم ہوتا ہے کہ کام کی نگرانی کے لئے ایک عورت کی ضرُورت
تھی ۔ وقت گُزرنے کے ساتھ ازبیلا ہار پر کو اُن کے خاوند کی جگہ نگران مُقرر کر دیا
گیا، البتہ سیسلی ایک وفادار اور دیانتدار کارِندہ تھی ۔ ۱۸۷۴ء میں ایک اور
منصُوبہ شرُوع کیا، یعنی لڑکیوں کے سکول کا قیام ۔ مگر یہ منصُوبہ جلد ہی دَم توڑ گیا۔

" اگست کے اوائل میں مَیں نے لڑکیوں کا ایک سکول کھولا ۔
حالات اُمیّد افزا تھے ۔ ایک مہینہ کے اندر اندر طالبات کی
تعداد ۲۱ ہو گئی ۔ اب تک اُس میں کوئی فرق نہیں پڑا ۔ ایبرڈین
کی بعض خاتُون بہی خواہوں نے کرِسمس کے موقع پر اُن کے لئے
بہُت اچھے تحفُوں کا ایک بکس بھیجا ۔ طالبات یہ تحائف لے کر
بہُت خُوش ہوئیں ۔ لیکن ایک خامی ہے کہ باقاعِدہ نگرانی نہیں
ہو سکتی ۔ زیادہ سے زیادہ مَیں یہاں اُس وَقت آ سکتا ہُوں جب
پیشگی اِطلاع دِی ہو اور یہ بات تسلّی بخش نہیں ۔ یہاں کے مرکز
کی ایک خاتُون نے ذِمّہ داری قبول کی ہے کہ کبھی کبھی جا کر کام کو دیکھ
لیا کرے گی ۔ لیکن جب کوئی شخص غیر متوقع طور پر وہاں جاتا ہے تو
مُعاملات خاطر خواہ طور پر تسلّی بخش نہیں پائے جاتے ۔ وُہ

خاتون عنقریب پہاڑ پر جارہی ہیں اِس لئے مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یا تو سکُول کو بند کردُوں یا امریکن مشن میں ایک مشنری خاتون کے سپُرد کردُوں جو شہر میں اِسی قسم کے کام کے لئے حال ہی میں آئی ہیں۔ ہمارے پاس کوئی رُوداد نہیں کہ اِس سکُول کا کیا بنا۔ لیکن ہم یہ ضرور جانتے ہیں کہ ۱۸۷۷ء میں سیالکوٹ شہر میں لڑکیوں کے سکول دوبارہ جاری کِئے گئے۔ اِس دفعہ اِن کی انچارج مسز ہارپر تھیں"۔

ستمبر ۱۸۷۴ء میں کارسپانڈنگ بورڈ نے اِس بات کے حق میں رُوداد پاس کی کہ سیالکوٹ شہر کے سکُولوں اور امریکن یو۔پی سکُول کا الحاق کر دیا جائے، اور ہارپر کو "امریکن بھائیوں سے گُفت وشنید" کرنے اور تفاصیل طے کرنے کی ہدایت کی۔ یہ بات واضح نہیں کہ یہ تجویز اصل میں ہارپر کی طرف سے آئی تھی یا نہیں۔ لیکن اُنہوں نے اِس سکیم کے لئے بہُت شوق اور سرگرمی دِکھائی اور ۱۸۷۵ء کے موسمِ بہار میں، جب تجاویز سکاٹ لینڈ کو روانہ کی جاچُکی تھیں اُنہوں نے اپنی سالانہ رپورٹ میں لکھا:

"ضرُورت ہے کہ ہم اِس بات کو تسلیم کریں کہ ہم ایک ہی مُنجّی میں مُتحِد ہیں اور ہمارا مقصد ایک ہے۔ اور ہم ایک دُوسرے کی بھلائی سے خوش ہیں۔ ہماری دُعا اور اُمید ہے کہ پریسبٹیرین مشنیں زیادہ سے زیادہ متحد ہوں۔ ہمیں یقین ہے کہ بہُت جلد ہمارے حریف سکولوں کا ادغام ہو جائے گا تاکہ دُوسرے کام کے لئے وقت اور محنت بچائی جاسکے، براہِ راست تبلیغی کام کے لئے پیسہ اور ذرائع وقف کئے جاسکیں اور برادرانہ اِتحاد اور

رفاقت کے وسیلہ سے مسیح کا نام غیر مسیحیوں میں جلال پا سکے"۔

جنوری ۱۸۷۵ء میں کارسپانڈنگ بورڈ کا اجلاس ہؤا جس میں دو امریکن مشنری حاضر تھے۔ ہارپر نے رپورٹ پیش کی کہ سمجھوتا ہوگیا ہے کہ سکولوں کے الحاق کے بعد اِن کو سیالکوٹ مشن سکولز کا نام دیا جائے گا۔ اِس الحاق میں سیالکوٹ شہر اور صدر بازار کے سارے سکول شامل ہوں گے۔ سکولوں کا انتظام وانصرام ایک بورڈ کرے گا جس کا انتخاب دونوں مشنیں ہر سال کیا کریں گی۔ اِس کے ممبران کی کم سے کم تعداد ۵ ہوگی۔ ہر مشن سے ایک ایک مشنری، اور تین انگریز باشندے جن کا چناؤ دونوں مشنیں کریں گی۔ تا حال اِس بات پر سمجھوتا نہیں ہُؤا کہ ہر مشن کتنی مالی امداد دیا کرے گی۔

"سیکرٹری نے نُقطہ اُٹھایا کہ ہر مشن کے سکولوں کی اضافی حیثیت کو بھی مدِنظر رکھا جائے اور اِن باتوں کو بھی جن میں اُنہیں دُوسروں پر فوقیت حاصل ہے۔ سکاٹس مشن سکول امریکن مشن کے لئے زیادہ فوائد کا سبب بنیں گے جبکہ امریکن مشن کے سکول مقابلتاً کم فوائد کے حامل ہیں"۔

سکاٹس مشن سکولوں کے پاس گورنمنٹ اور میونسپل گرانٹوں کی صُورت میں بہُت زیادہ وسائل تھے:

"سکاٹس مشن سکول مقامی لوگوں کی نِگاہ میں اوّلین درجہ اور حیثیت رکھتے تھے۔ شہر کے امیر اور سرکردہ لوگوں کی اکثریت اُن کی سرپرستی کرتی تھی جبکہ امریکن مشن سکول میں غریب طبقوں کے لڑکے جاتے تھے۔ سکاٹس مشن سکول اصل میں ضلع سکول ہے اور گورنمنٹ کی تقریبات اور سرکاری درباروں میں اِسے سکولوں میں اوّل درجہ

دیا جاتا ہے۔ اِس نکتہ کا فیصلہ تقریباً ۴ برس پہلے ہوگیا تھا جب ہمارے لڑکوں کو اوّلین صفوں میں تعینات کیا گیا تھا"۔

اِسں یونین میں سکاٹس ۳ سکول اور امریکن صرف ایک سکول لا رہے تھے۔ اِس لئے زیادہ فائدہ امریکنوں کو پہنچ رہا تھا (صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہار پر چاہتے تھے کہ سکولوں کو چلانے کے لئے امریکن سکاٹس سے زیادہ روپیہ دیں تاکہ جو گرانٹ اور وظائف سکاٹس دے رہے تھے اُن کے مقابل توازن پیدا ہو سکے)۔

"اِس کے بعد امریکن مہمانوں نے بورڈ سے خطاب کیا۔ اُنہوں نے دلیل دی کہ اتحاد کی تسلّی بخش اور مُستقل بنیاد اُس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک کامل برابری نہ ہو۔ اور اِس برابری کے لئے کفالتی اِمداد جس بھی ذریعہ سے آئے وُہ مُتحدہ سکولوں کو مشترکہ مِلک کے طور پر دے دینی چاہیئے، اور کہ دونوں مشنیں برابر کی حیثیت سے مِلیں، فوائد میں یکساں حِصّہ دار ہوں، اعزاز اور عزّت میں برابر ہوں اور ذِمّہ داریوں اور بوجھ اُٹھانے میں برابری کی سطح پر شریک ہوں"۔

سرکاری گرانٹ تعلیم کے مقصد کے لئے دی جاتی تھی۔ کسی خاص مشن کے فائدہ کے لئے نہیں ہوتی تھی۔ البتہ امریکنوں کو بہُت جلد گرانٹ ملنے کی توقع تھی۔ صدر بازار سکول اُن کے لئے اضافی بوجھ ثابت ہوتا، اور وُہ یہ نہیں چاہتے تھے۔

"ایک مشن کے لئے مُتحدہ سکولوں کے لئے زیادہ ادائیگی کرنا مقامی لوگوں کی نظروں میں گمراہ کُن ہوگا۔ مکمل برابری کے عِلاوہ

کسی بھی انتظام سے مُستقبل میں یقیناً اُلجھنیں پیدا ہوں گی۔ اور مُمکن ہے بالآخر یہ اِتحاد نفاق اور ٹوٹ پھُوٹ کا شکار ہو جائے۔ غیر مُستحکم اِتحاد سے اتحاد نہ کرنا ہی بہتر ہے۔"

بالآخر بورڈ ایک مفاہمت پر راضی ہو گیا کہ سکاٹس کو جو وظائف اور گرانٹ میں برتری حاصل ہے اِس سے دستبردار ہو جائے اور امریکن صدر سکول کو اِتحاد کا ایک حِصّہ مان لیں۔ مِشنوں نے اِس بُنیاد پر اتحاد کرنے پر اتفاق کیا۔ اور سمجھوتے کی تفاصیل کو بورڈ پر چھوڑ دیا کہ جب مُقرر ہو توطئے کرے۔

کہیں جُون کے مہینہ میں جاکر کارسپانڈنگ بورڈ نے اِس معاملہ پر دوبارہ غور کیا۔ ہارپر نے رپورٹ دی کہ فارن مِشن کمیٹی نے اتحاد کی شرائط کی منظوری دے دی ہے۔ یو۔پی مِشن کے پادری سموئیل مارٹن اجلاس میں موجُود تھے۔ مندرجہ افراد کو مِشن سکُول بورڈ پر مُقرر کیا گیا:

پادری ایس مارٹن۔ پادری ڈبلیو ہارپر۔ لیفٹیننٹ کرنل جیننگز ڈی، سی۔ کیپٹن پارکر اے۔سی۔ کیپٹن میک فارلین از نویں کوینز لانسرز۔

تین دن بعد ۷، جُون کو سکُول بورڈ کا پہلا اجلاس ہُوا اور اِتحاد بلاتوقف ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ کارسپانڈنس بورڈ نے وجہ کی رُوداد یُوں پیش کی ہے:

"اِتحاد کی سکیم مکمّل ہو گئی اور اُس پر جُزوی عمل در آمد بھی ہُوا۔ مگر بعد میں یُو۔پی امریکن مِشنریوں نے سکُول بورڈ پر یہ لازمی شرط عائد کرنے کی کوشش کی کہ متحدہ سکُولوں کے تمام غیر مسیحی طلبا اور اُستادوں کو مجبُور کیا جائے کہ مسیحی کلیسیا کے ساتھ اِتوار کو خُدا کی عبادت میں شریک ہُوا کریں۔ بورڈ کے ممبران کو یہ شرط

اِتنی ناپسندیدہ لگی کہ اُنہوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ صِرف اِسی ایک وجہ سے اِتحاد توڑ دِیا جائے"۔

اِس تجویز میں اِتوار کی جن واحد عبادات کا حوالہ تھا وُہ سیالکوٹ شہر کے فرسٹ یُو۔پی چرچ میں مُنعقد ہوتی تھیں۔ یُو۔پی مِشن سکُول کے عملہ اور طُلبا کو اِن میں لازماً حاضر ہونا پڑتا تھا اور یُو۔پی مِشنری اِس قانُون کو سکاٹس ہسٹی سکُولوں پر بھی لاگُو کرنا چاہتے تھے۔ سکُول بورڈ کے انگریز مِشنریوں نے محسُوس کیا کہ یہ شرط "ناپسندیدہ" ہے ——— سکُول میں غیر مسیحیوں کے لئے لازمی مذہبی تعلیم تو قابِلِ قبول تھی لیکن اتوار کی عبادتوں میں لازمی حاضری کا مُعاملہ حد سے بڑھنے والی بات تھی۔ ہارپر کا ذاتی نظریہ کُچھ بھی ہو مگر صاف معلُوم ہوتا ہے کہ امریکنوں نے منصُوبہ کی ناکامی کے لئے اُسی کو مُوردِ اِلزام ٹھہرایا۔

باب ۴

ہارپر کی اوّلین ترجیح ــــــ سکول میں مذہبی تعلیم کے ذریعہ تبلیغ

پادری جان ینگسن کی آمد کے تھوڑے عرصہ بعد کارسپانڈنگ بورڈ نے اُن کا خیر مقدم کیا۔ اُن کو گجرات میں قیام کرنے کو کہا گیا اور گجرات اور وزیر آباد میں کام کا انچارج بنایا گیا۔ اُنہوں نے بلا توقف حکم مانا اور اگلے ہی دِن یعنی ۹ نومبر ۱۸۷۵ء کو اپنی رفیقہء حیات ہیلن کے ہمراہ گجرات کو روانہ ہو گئے۔ قاعدہ اور ضابطہ کے مطابق اُن کو سات برس تک وہاں رہنا تھا۔ مگر وہ زیادہ عرصہ وہاں رہے اور اپریل ۱۸۸۳ء میں طویل چھٹی پر گئے۔ ۱۸۷۹ء سے ۱۸۸۲ء تک ینگسن کو ایک غیر مختص مشنری مسٹر ویز کی بیلی کی مدد حاصل رہی جو اُن دِنوں وزیر آباد میں مقیم تھے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ۱۸۷۶ء سے ۱۸۸۲ء تک پُورے سات سال ہارپر سیالکوٹ میں کام پر پُوری توجّہ سے محنت کر سکے۔ یہ پنجاب میں اُن کی مشنری خِدمت کے سب سے زیادہ پھلدار سال ثابت ہُوئے۔

اِن سالوں کے دوران ولیم اور ازبیلا ہارپر کو عِلمی اور جذباتی دونوں لحاظ سے کئی نشیب و فراز کا سامنا کرنا پڑا۔ ۱۸۷۶ء کے موسمِ گرما میں اِنتظامات کئے گئے کہ ہارپر اور اُن کی اہلیہ ڈلہوزی میں واقع مشن کی

"صحت گاہ" میں چلے جائیں ۔ وہاں ہارپر چیپلن کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور بیلن کے مقام پر ایک پریسبٹیرین گرجے کی بنیاد رکھی ۔ اُن کی پہلوٹھی بچی فینی بھی وُہیں پیدا ہُوئی ۔ فینی صِرف آٹھ ماہ زندہ رہی ۔ اگلے سال مئی کے مہینہ میں اُسے سیالکوٹ میں دفن کیا گیا ۔ ۷۹-۱۸۷۸ء کے موسم سرما میں خود ہارپر طویل عرصے تک بیمار رہے ۔ اُن کو اپنی گشت منسوخ کرنی پڑی ۔ جُون ۱۸۷۹ء میں سیالکوٹ میں ہارپر کی دُوسری بیٹی ایڈا کو بپتسمہ دیا گیا ۔ اِس کے کُچھ عرصہ بعد یہ خاندان دوبارہ ڈلہوزی گیا ۔ ہارپر خاندان نے ۱۸۸۱ء میں چھٹیوں کے ایّام دوبارہ ڈلہوزی میں گزارے ۔ اکتوبر ۱۸۸۲ء میں سیالکوٹ میں اُن کے بیٹے جارج ملن کا بپتسمہ ہُوا ۔ اِس کے بعد اُن کے اَور کوئی اَولاد نہ ہُوئی ۔

ہارپر تبلیغ کرنے کی زبردست آرزُو کے ساتھ ۱۸۷۳ء میں برِصغیر ہند میں آئے تھے ۔ دو سال کے عرصہ میں جب وُہ واحد اور تنہا انچارج تھے اُنہوں نے اُس زمانہ کے مشنری کام کے مُختلِف شعبوں کا تجربہ حاصِل کیا ۔ اُن کے اِس مقولہ سے کہ "مَیں سارے براہِ راست مشنری کام کو پسند کرتا ہُوں" پتہ چلتا ہے کہ اُن کا دِل کہاں لگا ہُوا تھا ۔ معلُوم ہوتا ہے کہ شرُوع میں وُہ بازاری منادی اور گشتی خِدمت کے وسیلہ سے براہِ راست تبلیغ کرنے کے حق میں تھے ۔ مُتحِدہ سکُولوں کے حق میں اُنہوں نے جو ایک دلیل دی تھی یہ تھی کہ "روپیہ اور ذرائع زیادہ براہِ راست تبلیغ کے لئے مختص کئے جائیں" ۔ لیکن ۷۶-۱۸۷۵ء کے موسم سرما میں اُن کے گشت کے تجربات نے اُنہیں قائل کر دیا کہ یہ ایسا سَطحی طریقہ ہے جس سے گہرے اور مُستقِل نتائج برآمد نہیں ہوسکتے ۔ اور سیالکوٹ شہر کے سکول کے ساتھ قریبی تعلق نے اُنہیں

اِس بات پر قائل کر دیا کہ سکول میں مذہبی تعلیم براہِ راست تبلیغ کا موثر ذریعہ ہے ۔ ۱۸۷۶ء کے موسم بہار میں یہ رپورٹ دی گئی کہ :

"مسٹر ہارپر کا ارادہ ہے کہ جب بھی دُوسری مصرُوفیات موقع دیں وُہ بڑی جماعتوں کو مذہبی تعلیم دینے کی ذِمہ داری خود سنبھال لیں گے "۔

ایسا کوئی ریکارڈ مَوجُود نہیں کہ ہارپر نے شہر کے سکول میں انگریزی، ریاضی یا کوئی دُوسرا غیر مذہبی مضمُون پڑھایا ہو ۔ اُن کو صِرف "براہِ راست مشنری کام" کی فکر ہوتی تھی ۔ اُن کے اپنے الفاظ میں :

"مِشن سکُولوں میں کبھی کبھی یہ خطرہ پَیدا ہو جاتا ہے کہ وُہ اپنے قیام اور وجُود کے عظیم مقصد کو برباد کر دیں ۔ سکُول آپس میں مُقابلہ کرتے ہیں کہ گورنمنٹ کے اِمتحانوں میں کون زیادہ کامیاب رہے گا ۔ اور خطرہ ہوتا ہے کہ مقام اور رُتبہ حاصِل کرنے کا مُقابلہ ہی سب سے بڑا مقصد بن جائے گا ۔ سکُولوں سے براہِ راست ایمان لانے کے واقعات کا مطلب ہے لوگوں کی طرف سے ناپسندیدگی (بلکہ مُخالفت ۔ مترجم)، تعداد میں کمی اور مالی نُقصان ۔ اِس لئے خطرہ ہوگا کہ لوگ ایمان لانے کی بجائے خوف کھانے لگیں گے ۔ اِس لئے مِشن سکُولوں کو ہمیشہ یہ خطرہ درپیش رہتا ہے کہ زوال پذیر ہو کر خالِصتاً دُنیادی اداروں سے ذرا سا اوپر رہ جائیں اور صِرف عام لوگوں کو تعلیم دینے کا فریضہ سرانجام دیں ۔ ہمارا مُستقِل نشانہ یہ ہے کہ سکولوں کے ذریعہ سے تبلیغ کی جائے "۔

تاہم ۱۸۸۲ء تک کے سالوں میں قسمت نے ہارپر کا ساتھ دیا کہ اُن کو ایک نمایاں اور لائق ہیڈ ماسٹر مُیسّر رہا۔ حِزقیاہ داؤد ایک مسیحی اور گریجوایٹ تھا۔ ہارپر نے دیکھا کہ وُہ نہ صِرف ہوشیار اور لائق شخص ہے بلکہ نہایت اصُول پرست اور نظم وضبط قائم رکھنے والا شخص بھی ہے۔ وُہ اپنے عملہ اور طلبا کے ساتھ اچّھی طرح کام کرتا اور وُہ سب اُس کی وفاداری کا دَم بھرتے تھے۔ اِس لئے سکُول کا سارا ماحول اور فضا بُہت اچھی تھی۔ اگرچہ ۷۷-۱۸۷۶ء کے دَوران طالبِ علموں کے بپتسموں کے باعث مُقابلہ میں ایک ہندُو سکُول کھل گیا اور کُچھ طلبا امریکن مِشن سکُول میں چلے گئے مگر یہ عارضی نُقصان تھا۔ عمُدہ اور اعلیٰ معیارِ تعلیم نے اُس کی کسر پُوری کر دی اور ۱۸۸۲ء میں تعداد بڑھ کر ۵۰۰ تک پُہنچ گئی۔ اُس سال مِڈل کے نتائج خاص طور پر بہُت اچّھے رہے۔ ۱۰ میں سے ۸ طلبا پاس ہُوئے اور ۴ نے گورنمنٹ کا وظیفہ حاصل کیا۔ ۱۸۸۱ء میں رنگپُورہ محلّہ میں ایک اَور پرائمری سکول کھولا گیا جہاں سے بچّے ہائی سکُول میں آتے تھے۔ اِس میں ۶۰ طلبا تھے۔ اگرچہ یہ سکُول ۱۸۸۳ میں بند ہوگیا لیکن ہائی سکُول میں تعداد بڑھتی رہی۔ ۱۸۸۴ء میں بڑے سکول میں تعداد ۵۴۵ تھی اور قلعہ کے پرائمری سکُول میں ۱۱۲۔ اِن طالبِ علموں میں ۳۰۶ مُسلمان، ۲۴۴ ہندُو، ۹۲ سِکھ، ۱۰ جین اور ۵ مسیحی تھے۔ ۱۵ میں سے ۳ اُستاد مسیحی تھے۔ اُس سال بڑے سکُول کی تعمیر کے لئے گورنمنٹ نے گرانٹ دی اور موزوں وقت پر اضافی کمرے تعمیر کئے گئے۔

نوجوانی کے ایاّم میں اپنے کالج کے اخراجات پُورے کرنے کے لئے ہارپر کو گاؤں کے سکُول میں یا ٹیوشن دینے کے دَوران غیر مذہبی مضامین

پڑھانے پڑتے تھے - مگر اُنہیں اِن مضامین سے کُچھ مزہ نہیں آتا تھا۔
لیکن یہ تجربہ اَب اُن کے کام آ رہا تھا - دراصل وُہ پَیدائشی اُستاد تھے۔

"براہِ راست مذہبی تعلیم کی بیشتر ذِمّہ داری مِسٹر ہارپر
نے اپنے ہاتھوں میں لے رکھی ہے - وُہ اِس میں بہُت
دِلچسپی پَیدا کر دیتے ہیں - اِس لئے لڑکے دِن بھر کے کام
میں اِسی تعلیم کو سب سے زیادہ پُرلُطف خیال کرتے ہیں -
وُہ کہتے ہیں 'حیرانی کی بات ہے کہ اِس مُلک میں ۱۳ اور ۱۴
سال کے لڑکے بھی کتنے پُختہ ذہن ہوتے ہیں - اِس عُمر کے
دُوسرے لڑکے حیرت سے بُت بن جائیں اگر سُن لیں کہ
یہ لڑکے فِطرت اور فضل کے بھیدوں پر کیسی تیز فہمی اور
سَرگرمی سے بحث کرتے ہیں'۔"

۱۸۷۷ء تک ہارپر نے اپنا طریقۂ تعلیم وضع کر لیا تھا اور وُہ اِسے
بیان کرنے پر تیار تھے :

"زیادہ تر مذہبی تعلیم مَیں خُود دیتا رہا ہُوں - میرا مقصد
ہمیشہ یہ رہا ہے کہ وُہ سبق نہ چُنوں جِن میں تاریخی واقعات یا
ایسی ہی باتیں سختی سے زبانی یاد کرنی ہوں بلکہ وُہ حِصّے پڑھے
جائیں اور آپس میں ایسے تبادلۂ خیال کیا جائے کہ خُدا کا نُور،
مُحبّت اور سچائی دِلوں میں گھر کر جائے ... ایک سال کے اندر
اندر میری مختلِف جماعتوں نے مکمّل یا جزُوی طور پر پَیدائش،
چاروں اناجیل، رسُولوں کے اعمال، رومیوں کے نام خط، عبرانیوں
کے نام خط، بارتھ کی تاریخ صحائف، متلاشیٔ دِین اور ہندوستانی

جوانوں کے لئے ڈاکٹر مرے مچل کے لیکچروں کا مطالعہ کر لیا ہے۔
یئں عام طور پر "نُور افشاں" کا استعمال بھی کرتا ہُوں۔ یہ نیم مذہبی ہفت روزہ ہے جو لُدھیانہ کے امریکن مشنریوں کی طرف سے شائع ہوتا ہے۔ ہم ہفتہ میں ایک یا دو دِن جماعت میں یہ رسالہ پڑھتے ہیں۔ اِس سے طُلبا کو ٹھیک ٹھیک واقفیت ہو جاتی ہے کہ دُنیا میں کیا ہو رہا ہے، مسیحی عقیدہ کی صداقت بھی واضح ہو جاتی اور اغلاط کی تردید بھی ہو جاتی ہے۔ یئں نے اِتوار کی شام کو اُن جوانوں کے لئے ایک جماعت بھی تشکیل دی ہے جو انگریزی زبان جانتے ہیں۔ اِس جماعت میں ڈاکٹر جارڈین کے "خطوط" پڑھے جاتے ہیں۔ مجموعی طور پر اِس جماعت میں حاضری بہُت ہوتی ہے اور کُل ۲۵ نوجوان اِس سے وابستہ ہیں۔ یہ "خطوط" پڑھے گئے اور اِن کی بُنیاد پر ایک دِلچسپ بحث کا آغاز ہؤا۔ جو نوجوان باقاعدگی سے آتے رہے وُہ مسیحی سچائی کے بارے میں واضح اور مُکمّل واقفیّت اور عِلم حاصِل کئے بغیر نہ رہ سکے۔"

ایک سال کے بعد بھی ہارپر میں وُہی جوش و سرگرمی تھی:

"سکُول کے وسیلہ سے پھیلائے گئے اثر سے یئں جس قدر گہرا واقف ہوتا جاتا ہُوں، اُتنا ہی قائل ہوتا جاتا ہُوں کہ خُدا نے میرے ہاتھ میں تبلیغ کا ایک عظیم ہتھیار دے دیا ہے۔
یئں بہُت مُشتاق رہا ہُوں کہ انگریزی کی جو خصُوصی کلاس گزشتہ سال جاری کی تھی اُس کا دوبارہ اِجرا کروں۔ موزوں

کتابیں نہ ملنے کے باعث اِسے بار بار ملتوی کرنا پڑا ہے۔
ہمارے سکُول سے مُتعلق اُستادوں اور طالب علموں کے
علاوہ شہر میں ایسے نوجوان بھی ہیں جو اس جماعت میں حاضر
ہونا چاہتے ہیں۔ اگر کوئی مہربان دوست یا چند دوست مل کر
مُندرجۂ ذیل کتابوں کے ۲۰ یا ۳۰ نُسخے بذریعہ پارسل بھیج دیں
تو ہمارے لئے کسی نعمت سے کم نہیں ہوں گے —— پروفیسر کرافورڈ
کی تصنیف "مسیحیّت کے رازؔ[1]" یا پرنسپل ٹولوک کی تصنیف "گناہ
کے بارے میں مسیحی عقیدہ[2]"۔"

بعد کی ایک رپورٹ سے واضح ہوتا ہے کہ سکُول میں بڑی جماعتوں میں بھی
مذہبی بحثیں اُردو میں ہُوا کرتی تھیں۔

"سات سب سے بڑی جماعتوں میں مذہبی تعلیم پر مسٹر ہارپر
خُود توجّہ دیتے ہیں۔ اگرچہ سب سے اعلیٰ درجوں کے طالب علم انگریزی
کی نصابی کتابیں استعمال کرتے ہیں لیکن اِس بات کو یقینی بنایا جاتا ہے
کہ وُہ مطلب کو اچھّی طرح سمجھ لیں۔ اِس مقصد سے اُن سے سبق کا
مقامی زبان میں ترجمہ کرایا جاتا ہے اور تمام تشریح اور بحث و تمحیص اُن
کی اپنی زبان میں ہوتی ہے۔"

۱۸۸۱ء میں ہارپر نے تثلیث کے مَوضُوع پر ایک ٹریکٹ شائع کیا
جو اُنھوں نے اُردو میں خُود تحریر کیا تھا۔ اِس کی اشاعت و مراسلت ...۔
تھی۔

---

[1] The Mysteries of Christianity

[2] The Christian Doctrine of Sin

بعد کی رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ ہارپر نے اپنی مذہبی تعلیم کی جماعتوں میں کئی تبدیلیاں کیں - اُن پر نظر ڈالنے سے پہلے یہ بتانا اہم معلوم ہوتا ہے کہ اِن جماعتوں میں اکثر طلبا اِتنے کم عُمر تھے کہ اُن کو بپتسمہ نہیں دیا جا سکتا تھا - اگر کوئی لڑکا کم عُمری میں ایمان لے آتا تو ہارپر کو اِنتظار کرنا پڑتا اور اُمید کرنی پڑتی تھی کہ وقت گزُرنے پر وُہ ۱۶ سال کا ہوکر بپتسمہ لینے کی درخواست کرے گا -

۱۸۸۳ء میں ہارپر نے رپورٹ میں بتایا کہ گزُشتہ سال کے دَوران کِتنے ہی لڑکوں نے میرے پاس آکر اِقرار کیا کہ ہم مسیح پر خُفیہ ایمان رکھتے ہیں - ایک سال بعد اُنہوں نے ایک لڑکے کی مثال دی :

"مسٹر ہارپر بیان کرتے ہیں کہ کِس طرح جولائی میں ایک ہندو لڑکا جو اپنی جماعت کا بہترین طالبِ علم تھا میرے پاس آیا - وُہ بہُت غمگین تھا - ایک دِن اُن کے خاندانی پنڈت نے آکر شاستر پڑھے - جب وُہ پڑھ چُکا تو اس نوجوان نے اُس سے کہا کہ یہ سب کُچھ خِلافِ عقل اور خرافات ہے - پنڈت سخت ناراض ہُوا اور اُس نے لڑکے کو لعن طعن کی - حسبِ معمُول اِس کے بعد ظُلم و ایذا رسانی شرُوع ہو گئی - مسٹر ہارپر نے اِس لڑکے کو تسلّی دینے اور مضبُوط کرنے کی حتی المقدُور کوشش کی - مسٹر ہارپر کو بڑی اُمید تھی کہ جب یہ لڑکا بالغ ہو گا تو مسیحیت کا اِقرار کرے گا - معلُوم ہوتا ہے کہ اُس کے شاستروں کے خِلاف گواہی دینے سے کُچھ سال پہلے وُہ ہر روز مسیح سے دُعا مانگتا رہا تھا - اور اُس نے مسٹر ہارپر کو بتایا کہ سکُول میں کُچھ اَور لڑکے بھی ہیں جو اِسی طرح کرتے ہیں -"

بعد کی رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ ہارپر نے اپنی مذہبی تعلیم کی جماعتوں میں کئی تبدیلیاں کیں۔ اُن پر نظر ڈالنے سے پہلے یہ بتانا اہم معلوم ہوتا ہے کہ اِن جماعتوں میں اکثر طُلبا اِتنے کم عُمر تھے کہ اُن کو بپتسمہ نہیں دِیا جا سکتا تھا۔ اگر کوئی لڑکا کم عُمری میں ایمان لے آتا تو ہارپر کو اِنتظار کرنا پڑتا اور اُمید کرنی پڑتی تھی کہ وقت گُزرتے پر وُہ ۱۶ سال کا ہوکر بپتسمہ لینے کی درخواست کرے گا۔

۱۸۸۳ء میں ہارپر نے رپورٹ میں بتایا کہ گُزشتہ سال کے دَوران کِتنے ہی لڑکوں نے میرے پاس آکر اِقرار کیا کہ ہم مسیح پر خُفیہ ایمان رکھتے ہیں۔

ایک سال بعد اُنھوں نے ایک لڑکے کی مثال دی:

"مسٹر ہارپر بیان کرتے ہیں کہ کِس طرح جولائی میں ایک ہندو لڑکا جو اپنی جماعت کا بہترین طالبِ علم تھا میرے پاس آیا۔ وُہ بہُت غمگین تھا۔ ایک دِن اُن کے خاندانی پنڈت نے آکر شاستر پڑھے۔ جب وُہ پڑھ چُکا تو اس نوجوان نے اُس سے کہا کہ یہ سب کُچھ خِلافِ عقل اور خرافات ہے۔ پنڈت سخت ناراض ہُوا اور اُس نے لڑکے کو لعن طعن کی۔ حسبِ معمُول اِس کے بعد ظُلم وایذا رسانی شرُوع ہو گئی۔ مسٹر ہارپر نے اِس لڑکے کو تسلّی دینے اور مضبُوط کرنے کی حتیٰ المقدُور کوشش کی۔ مسٹر ہارپر کو بڑی اُمید تھی کہ جب یہ لڑکا بالغ ہوگا تو مسیحیت کا اِقرار کرے گا۔ معلُوم ہوتا ہے کہ اُس کے شاستروں کے خِلاف گواہی دینے سے کُچھ سال پہلے وُہ ہر روز مسیح سے دُعا مانگتا رہا تھا۔ اور اُس نے مسٹر ہارپر کو بتایا کہ سکُول میں کُچھ اَور لڑکے بھی ہیں جو اِسی طرح کرتے ہیں۔"

ہارپر نے اپنی آخری رپورٹ ۱۸۸۵ء میں پیش کی جس میں اُنھوں نے اپنے طریقۂ کار کا مزید بیان کیا کہ گزشتہ سالوں میں اُن کی جماعتوں کی فضا کس طرح بدلی ہے۔

"اِس کام میں دلچسپی کبھی کم نہیں ہوتی۔ مسٹر ہارپر کا طریقۂ کار یہ ہے کہ مذہبی تعلیم کو کبھی سبق کا موضوع نہ بنایا جائے۔ یا ایسا مضمون نہ بنایا جائے جسے اِمتحان کے لئے زبانی یاد کرنا پڑتا ہے بلکہ ہر جماعت کے لئے وقف آدھے گھنٹہ کو دِن کا دلچسپ ترین حصّہ بنا دیا جائے۔ بائبل مُقدّس اور دُوسری مذہبی کتابیں نصابی کتابوں کی حیثیّت سے اِستعمال کی جاتی ہیں۔ بعض اوقات کسی کلاس میں نئے عہدنامہ کے ایک باب پر پُورا مہینہ لگ جاتا ہے۔ جب باب پڑھ لیتے ہیں تو جماعت کو اجازت ہوتی ہے کہ آزادانہ بحث کرے۔ لڑکوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ ہر قسم کے سُوال پُوچھیں۔ یہ حوصلہ افزائی بھی کی جاتی ہے کہ سکُول کے اوقات کے بعد اپنے مذاہب کے نکات کے بارے میں اپنے مولویوں، پنڈتوں اور گرنتھیوں سے بھی مدد حاصل کرکے اُن کو جماعت میں پیش کریں۔ اِس طرح دِلچسپی کبھی کم نہیں ہوتی۔ اِس طرح تعلیم دینے سے عموماً اُستاد کو بہت بولنا پڑتا ہے۔ لیکن اِس طرح اُس کے طالبِ علموں کی اصلی ذہنی حالت سامنے آجاتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ اُن کے ذہن یقینی طور پر روشن ہو جاتے ہیں۔

مسٹر ہارپر لکھتے ہیں کہ 'میرے وطن کے لوگ تصوّر نہیں

کر سکتے کہ یہ چھوٹے چھوٹے لڑکے کِس شوق، تندی اور تیز فہمی سے قدم جمائے رکھتے اور مسیحی ایمان پر حملے کرتے ہیں۔ ایک نئی جماعت اور اِس طریقۂ تعلیم کے تحت جماعت کے درمیان فرق بہُت زیادہ ہوتا ہے۔ چند ہی برسوں بعد محسوس ہو جاتا ہے کہ اُسی جماعت میں ایسی تبدیلی آگئی ہے جیسے کسی جنگل میں اُس وقت آتی ہے جب اُس میں سے کنکر پتھّر، جنگلی جڑی بُوٹیاں اور کانٹے دار جھاڑیاں نکال دی جاتی ہیں۔ اور اِس میں ہل چلا کر کاشتکار پُوری اُمید کے ساتھ عُمدہ بیج بو دیتا ہے۔ ہل چلانے اور بیج بونے کا عمل جاری رہتا ہے اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ فصل کیا ہو گی۔ بڑھتی صِرف خُدا دیتا ہے۔ بلاشُبہ ایمان یہی ہوتا ہے کہ نتائج ہمارے خواب وخیال سے بھی زیادہ ہوں گے۔

آج مجھے ایک اعلیٰ کلاس سے خطاب کرنے کا اتفاق ہُوا کہ کوئی شخص کِس طرح مسیحی بنتا ہے۔ باتوں کے ساتھ ساتھ مَیں نے بتایا کہ مسیح کے لئے محبّت کِسی شخص کو مسیحی بناتی ہے۔ میرے یہ کہنے پر ایک لڑکا یک دم اُٹھ کھڑا ہُوا اور بڑے متاثر کُن انداز میں کہنے لگا کہ "جناب، اگر مسیح سے محبّت کِسی کو مسیحی بناتی ہے تو سیالکوٹ میں بہُت سے مسیحی ہیں"۔ یہ بات واضح تھی کہ یہ جوان خُود بڑی عقل اور سمجھ کے ساتھ مسیح سے محبّت کرتا ہے۔ اور جماعت میں اکثریت کی ایسی ہی سوچ تھی۔ ہم صِرف دُعا مانگ سکتے ہیں کہ خُدا کا فضل اِس محبّت کو ایسی ہوا دے کہ وُہ ایک شُعلہ بن جائے جو ایسی اعلیٰ درجہ کی فرمانبرداری کو پہنچائے

جو وُہ زبردست قربانیاں پیش کر سکتی ہے کہ اعلیٰ خاندان اور حیثیت کے افراد بپتسمہ لے کر یسوع کے پَیرو بن جائیں۔ اِس سال کے دَوران کوئی بپتسمہ نہیں ہُوا۔ کئی موقعوں پر ہمیں اِس سِلسلہ میں سخت مایُوسی ہُوئی۔ لیکن بپتسمے ہوں یا نہ ہوں، ایک عظیم اور بڑا کام ہو رہا ہے"۔

جب ہم اِن رپورٹوں پر نظر ڈالتے ہیں تو پہلی چیز جو ہم کو متاثر کرتی ہے وُہ کام کی زبردست مقدار ہے جو ہارپر تعلیم دینے کے سِلسلہ میں رَوا رکھتے تھے۔ ہم تصوّر کر سکتے ہیں کہ وُہ بارہ پتھر سے گھوڑے پر سوار ہو کر آتے اور سکُول کی اسمبلی کے لئے وقت پر حاضر ہوتے تھے جو موسم سرما میں ۱۰ بجے اور موسم گرما میں ۶ بجے ہوتی تھی۔ اور پھر شاید تھوڑے تھوڑے وقت کے وقفے کرتے ہوں۔ وُہ ہفتہ بھر ہر روز ساڑھے تین گھنٹے سات جماعتوں کو مذہبی تعلیم دیتے تھے جو زیادہ تر مقامی زبان میں ہوتی تھی اور پھر سہ پہر کو وُہ عمُوماً شہر میں بازاری منادی کرنے میں شریک ہوتے تھے۔

دُوسری بات جو ہمیں متاثر کرتی ہے یہ ہے کہ اُنھوں نے لڑکوں کو طوطے کی طرح رٹنے سے ہٹا کر اپنے ذہن میں سوچنے کی راہ پر لگایا۔ اُس تہذیب میں یہ کامیابی آسان نہ تھی جس میں زبانی یاد کرنے کو اتنی اہمیّت دی جاتی ہے۔ اور جہاں طلبا سے پڑھے ہُوئے کا خلاصہ کرانا یا اپنے الفاظ میں بیان کروانا انتہائی مُشکل اَمر ہے۔ ہارپر کا نصب العین "نوجوان ذہنوں کی مُستقِل اور باقاعدہ تربیت" کرنا تھا تاکہ "وُہ مسیح کی باشعُور محبّت" کو پہنچ سکیں۔ اُن کا زور ایسی تعلیم پر تھا جو عقل اور ذہانت پر مبنی ہو، حق اور سچائی سِکھائے اور صداقت اور حقیقت کی تحقیق پر مائل کرے۔

وُہ مثبت طریقہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ صرف مسیحیت ہی سچا مذہب ہے ۔ یہاں یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ بعض حالات میں ہارپر صرف عقلی اور ذہنی طور سے قائل کرنے کی کوشش نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے لڑکوں کے سامنے اپنے نجات دہندہ کی خوبصورتی اور دلکشی کو بھی پیش کرتے تھے ۔ صرف ایسی پیش کاری ہی سے وُہ محبّت اُبھر سکتی ہے جس کا ذکر اُس طالب علم نے کیا تھا ۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ بہت سے افراد متلاشی ہُوئے اور کچھ ایمان بھی لے آئے ۔

اپنے کام میں اِتنی محنت اور اختراعات کے باوجود ہارپر اِتنے حلیم تھے کہ اپنی حدُود اور خامیوں کا اقرار کرتے ہُوئے کہتے ہیں :

"ہماری کلیسیا کو جس چیز کی ضرورت ہے وُہ زیادہ زندگی ـــــ اِلٰہی زندگی ـــــ ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ رُوح کا خاص بپتسمہ صرف چند ایک اشخاص کو ملا ہے ۔ اور یہی چیز ہے جو ہم مشنریوں کو یہاں درکار ہے اور یہی ابھی تک ہمیں نہیں مِلا ۔ یہی وجہ ہے کہ گنہگاروں کی تبدیلی کے حوالہ سے ہمارا کام اِتنا غیر مؤثر ہے بلکہ کئی دفعہ بہت کامیاب دِکھائی دینے کے باوجود سطحی ہوتا ہے ۔"

باب ۵

مُتلاشی، نومسیحی اور بپتسمے

ہارپر کے کام کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے بہتر ہوگا کہ پہلے چند اُن مُتلاشیوں کا ذکر کیا جائے جنہوں نے بپتسمہ نہ لیا۔ ہم نے پہلے دیکھا ہے کہ "سال کے دَوران کوئی بپتسمہ نہ ہُؤا" اور "کئی دَفعہ سخت مایُوسی" کا ذکر ہو چُکا ہے۔ ہمارے پاس اِس "کئی دفعہ سخت مایُوسی" کے بارے میں کُچھ کوائف موجُود ہیں۔ ان میں سے بعض خاصے دِلچسپ ہیں۔ ہم اِن کو ہارپر کے اپنے الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

"بڑے سکُول میں ایک بہُت حَوصلہ افزا مسیحی تحریک چل رہی ہے۔ مُتعدد جوان آدمیوں نے بپتسمہ لینے کے اور اِس طرح انجیل کی قدُرت کی علانیہ گواہی دینے کے نمایاں وعدے کئے۔ بَدقسمتی سے دُوسرے میدان کے ایک مِشنری کی مُداخلت کے اثر سے وُہ سب بِکھر گئے۔ اُن کو ہمارے سکُول سے اُٹھا لیا گیا اور بڑے مُؤثر انداز سے ہمارے ساتھ راہ ورسم رکھنے سے روکا گیا ہے۔ توبھی ہمیں اُمید ہے کہ وُہ اِس مِشن یا کسی دُوسری مِشن میں بپتسمہ لے کر مسیح کے پَیرو بنیں گے۔ یہ کام کہیں بھی پُورا ہو، ہم بہر طور خوشی منائیں گے۔ ہمیں اُمید ہے کہ ہم اپنی مِشن کی کامیابی کبھی بھی بپتسموں کی تعداد سے نہیں ناپیں گے۔

اِس سال کے دَوران سیالکوٹ اور اِس کے گرد و نواح میں

گیارہ متلاشی تھے - ان میں سے کچھ تو ہماری پہنچ سے دُور چلے گئے ہیں - کچھ پھر گئے ہیں اور اب ہمارے ساتھ نہیں چلتے - اور چند ایک ابھی تک متلاشی ہی ہیں - ان میں سے کئی ایک نے بپتسمہ لینے کی درخواست کی تھی لیکن چونکہ میرا اصول ہے کہ بپتسمہ کے بعد مشن میں نوکری کی یا کسی اور دُنیاوی فائدہ کی ہر امید کی حوصلہ شکنی کرتا ہوں اس لئے یا تو وہ ہمیں چھوڑ گئے ہیں یا معاملہ کو التوا میں ڈالے ہوئے ہیں - (۱۸۷۵ء)

اِس سال کے پہلے نصف کے دوران کئی اُمید افزا افراد موجود تھے - لگتا تھا کہ بہت سے کلیسیا میں شامل ہونے پر مجبور ہو جائیں گے - لیکن ہمارے لئے بہت غم کی بات ہے کہ برکت کی ندی جیسے فی الحال سُوکھ گئی ہے اور اِن پُر اُمید افراد کی راہ میں رُکاوٹ آ گئی ہے - ہمارے شہر کے سکول کے ایک مسلمان اُستاد نے مسیحی ہونے کا پکّا فیصلہ کر لیا تھا - ایک دِن وہ ہمیں ملنے آیا تو اُس کا اِرادہ اِتنا پکّا معلوم ہو رہا تھا کہ ہم نے اُسے کہا کہ دوپہر کا کھانا ہمارے ساتھ کھائے - وہ بڑی خوشی سے راضی ہو گیا اور جو کچھ ہم نے اُس کے آگے رکھا اُس نے کھایا - نوکروں نے یہ بات لوگوں کو بتا دی - اِس پر اُسے بُری طرح مارا کوٹا گیا - اور دُوسری طرح بھی اُسے ایسی سزا دی اور ہراساں کیا گیا کہ کم سے کم فی الحال وہ پیچھے ہٹ گیا ہے -

امام الدین کے بپتسمہ کے بعد سکول کا ایک براہمن لڑکا بپتسمہ لینے کی درخواست لے کر آیا - لیکن قانوناً ابھی اُس کی عمر نہ

تھی کہ اپنے لئے فیصلہ کر سکتا - چنانچہ عارضی طور پر اُسے اِنکار کر دیا گیا۔ اُس کے والدین ڈرتے تھے کہ ہمارے سکول میں اُس پر اثر ڈالا جائے گا اِس لئے وُہ اُسے امریکن مِشن سکول میں لے گئے - لیکن جو بیج اُس کے دِل میں پھُوٹ رہا تھا وُہ ضائع نہیں ہُوا - ہمیں یہ دیکھ کر بہت تسلّی اور حَوصلہ ہُوا کہ امریکن مِشن سکول میں وُہ دلیری سے مسیحیوں کے ساتھ مِلتا، اُن کے ساتھ کھاتا پیتا تھا - اُس نے بال بھی کٹوا لئے اور اب تک صِرف زور اور طاقت کے بَل پر اُسے مِشن میں بپتسمہ لینے سے روکا ہُوا ہے -

ایک اَور اُمید افزا مُعاملہ ہمارے سکُول میں زیرِ تعلیم ایک سِکھ لڑکے کا تھا - وُہ اور ایک مُسلمان لڑکا اکٹھے آکر چاہتے تھے کہ بپتسمہ لیں - ہم نے کئی وجُوہ کی بِنا پر اُن کو کُچھ وقت کے لئے ٹال دیا - بڑی وجہ یہ تھی کہ مجُھے ان میں سے ایک کی نیّت پر شک تھا - اُن کے دوستوں کو پتہ چل گیا کہ وُہ کیا کرنے والے ہیں - نتیجہ یہ ہُوا کہ اُن پر ظُلم و ایذا رسانی کا ایک سِلسلہ شرُوع ہو گیا - ایک ہفتہ حراست میں رہنے کے بعد سِکھ لڑکا تو فرار ہو کر پناہ لینے ہمارے پاس آ گیا - اپنے اخلاص اور صاف نیت کے ثبوُت میں اُس نے درخواست کی کہ میرے بال کاٹے جائیں (سِکھّوں کے لئے بال رکھنا لازمی مذہبی فریضہ ہے - وُہ اِس بات کو متبرّک مانتے ہیں) - چنانچہ ایسا ہی کیا گیا - اُسے اگلے دِن (اتوار) کو بپتسمہ دِیا جانا تھا - ہفتہ کی شام کو جب اُس کے بال کٹ چُکے تھے، اُس پر ایک ناقابلِ بیان دہشت طاری ہو گئی - اور وُہ ہمیں

اطلاع دیئے بغیر واپس شہر چلا گیا۔ اور بہت دقت اور جھمیلوں کے بعد اُسے سکھ مذہب میں دوبارہ شامل کر لیا گیا۔

کئی اَور نوجوان جن کے بارے میں ہم بہت پُر اُمید تھے، کو دُور ہٹا لیا گیا ہے۔ کئی اور ہیں جو نیم گرم ہو گئے ہیں یعنی اُن کا جوش و جذبہ ٹھنڈا پڑ گیا ہے۔ چنانچہ فی الحال ہم انتظار اور اُمید ہی کر سکتے ہیں۔ بہت سے دُوسرے مُتلاشی بھی تھے جن کے لئے ہم اِتنے پُر اُمید نہ تھے۔ اِن میں سے کم سے کم چھ نے بپتسمہ پانے کی درخواست کی لیکن مَیں اُن کو دیانتداری سے اپنے چھوٹے گلہ میں شامل نہیں کر سکتا تھا۔ یہ بہت نازک اور مُشکل مسئلہ ہے جس کا فیصلہ ایک مشنری کو کرنا پڑتا ہے کہ کِس کو قبول کرے کِس کو اِنکار کرے۔ بپتسموں کی بات کر کے اور جو پھل پیدا ہُوا اُس کا ذِکر کر کے بڑی خُوشی ہوتی ہے۔ لیکن کسی نالائق یا غیر مَوزُوں شخص کو کلیسیا میں شامل کرنا گلہ میں بھیڑیوں کو داخل کرنے کے مترادِف ہے۔ دُنیاوی ترغیبات پیش کر کے تو مسیحی حاصِل کرنا کوئی مُشکِل کام نہیں۔ خصُوصاً گزشتہ سال جیسے مُشکِل سال کے دَوران جب غریبوں کے دروازوں پر کال مَوجُود تھا۔ اُن کو خرید کر اپنی طرف کر لینا، یا دُنیاوی مفاد کے دروازہ سے اندر داخل کر لینا اور نام کے مسیحی بنا لینا آسان تھا۔ لیکن ایسے افراد کلیسیا کے اندر صِرف ٹھوکر کھانے کا پتھر ثابت ہوتے ہیں اور باہر کے حلقوں میں حقیقی ترقی کی راہ میں رُکاوٹ بنتے ہیں۔ (۱۸۷۷ء)۔

بہت سے متلاشیوں کے معاملات بھی اُمید افزا تھے۔
لیکن مشکلات اور تاخیر کرنے کے باعث وُہ بپتسمہ لینے سے رُکے
رہے اور علانیہ اِقرار نہ کر سکے۔ ایک صاحبِ حیثیت طالبِ علم
کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وُہ اِس مقصد سے نکل گیا کہ کسی دُور
مقام پر جا کر مسیحی ہو جائے۔ ایک مُسلمان اور ایک براہمن طالبِ
علم نے بپتسمہ لینا مان لیا تھا لیکن اُن کے دوستوں نے مداخلت
کر کے اُنہیں اپنا ارادہ پُورا نہ کرنے دِیا (۱۸۸۱ء)۔"

ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے پاس ساتؔ ایسے بپتسموں کی
تفصیلی رُوداد مَوجُود ہے جو ۱۸۷۶ء اور ۱۸۸۲ء کے سالوں کے دَوران
مِشن سکولوں کے طلبا یا سابق طلبا کو دِئے گئے۔ ان میں سے ہر ایک کے
فَیصلہ کُن مراحل میں ہارپرؔ کا ہاتھ تھا۔ اُن میں سے سوائے دوؔ کے ہمیں سب
کے بارے میں معلُومات ہیں کہ بعد کے برسوں میں کیا ہُوا۔ اِن بیانات سے
اِس بات پر بہُت روشنی پڑتی ہے کہ بپتسمہ سے پہلے اور بعد میں ہارپرؔ
کا طریقۂ کار کیا ہوتا تھا، وُہ کِس قِسم کے لوگ تھے اور کلیسیا میں شامِل ہو کر
اُنہوں نے کیا کردار ادا کیا۔ یہ ساتؔ افراد تھے:

"کرم چندؔ، عُمر ۱۸ برس، ذات سکیر ہندُو۔ بپتسمہ ۲۰، دسمبر ۱۸۷۶ء۔
امام الدینؔ، عُمر ۱۶ برس، مُسلمان، ایک دَولتمند سُنار کا بیٹا۔ بپتسمہ ۲۷، فروری
۱۸۷۷ء۔
گوپال چندؔ، عُمر ۱۸ یا ۱۹ برس، ہندو براہمن۔ بپتسمہ یکم فروری ۱۸۷۸ء۔
اِیشور کمھاؔ، عُمر ۲۱ برس، ہندُو، قانُون گو کا بیٹا۔ بپتسمہ ۱۵، دسمبر ۱۸۷۹ء۔
اِلٰہی بخشؔ، عُمر ۱۹ برس، مُسلمان۔ بپتسمہ ۱۱، جولائی ۱۸۸۰ء۔

ہدایت اللہ، کھاتے پیتے گھرانے کا مسلمان - بپتسمہ جالندھر میں،
۱۸۸۲ء میں۔"

یہ بات واضح ہے کہ اِن میں سے پہلے دو بپتسمے ۔۔ یعنی کرم چند
اور امام الدین ۔۔ جہاں تک سیالکوٹ کا تعلق ہے ہارپر کے لئے "راہ
کھل جانے" کی حیثیت رکھتے تھے - وُہ خود لکھتے ہیں کہ:

"مَیں بڑی مسرت کے ساتھ اِن برکات کے بارے میں لکھتا
ہُوں جو یہاں ہماری مشن کو عطا ہُوئی ہیں - یہ بات اُن لوگوں
کے لئے حوصلہ افزائی اور شُکر گزاری کا باعث ہوگی جو خُدا کے
حضُور سیالکوٹ کے لئے خاص دُعائیں کرتے تھے - جب خیال
کیا جائے کہ اِس مشن کی گزشتہ ساری تاریخ میں سیالکوٹ نے
مُسلسل محاذ آرائی کئے رکھی تو اگر ہم چھوٹی باتوں کو بڑی اور
عظیم باتوں کا وقت کہیں تو ہمیں مُعاف رکھا جائے - جب پست
ترین اور نہایت حقیر طبقہ میں سے چند ایک افراد نو مسیحی ہو
جائیں تو غیر مسیحی لوگوں میں سے بھی بہُت تھوڑے لوگ
دھیان دیتے ہیں - لیکن جب امیر اور مُعزز طبقہ سے کوئی
مُرتد ہو جائے تو زبردست ہنگامہ ہوتا ہے -"

کرم چند

ہارپر نے اُسے "سیالکوٹ کا پہلا باشندہ جو مُشرف بہ مسیحیت ہوُا"
کہا - وُہ سکیر ذات سے تعلق رکھتا تھا جو براہمنوں کے بعد سب سے

اُونچی ذات ہے۔ شمالی ہندوستان میں اِس ذات کے لوگ بہُت ہی کم تھے۔ پُورے پنجاب میں صرف چند اور سیالکوٹ میں صِرف ایک خاندان تھا۔ کرم چند نہ صِرف اعلیٰ ذات کا تھا بلکہ اُس کی شادی بھی ایک دَولت مند خاندان کی اکلوتی بیٹی سے ہُوئی تھی۔

کرم چند امریکن مِشن سکُول سے فارغ التحصیل تھا۔ لیکن مسیحی پیغام میں اُس کی سنجیدہ دِلچسپی سکاٹس مِشن کے دُو منادوں یعنی نتھُومَل اور کِشن چند کی بازاری منادی سے ۱۸۷۳ء میں پَیدا ہُوئی تھی۔ یہ دونوں آدمی اصل میں دُوسری مِشن کے عِلاقوں سے آئے تھے۔ وُہ بھی ہِندُومت کی اعلیٰ ذاتوں سے مسیحی ہُوئے تھے اور ایمان کی تبدیلی کے باعث ظُلم وتشدد برداشت کرتے رہے تھے۔ کرم چند نے اُن کو مُنادی کرتے سُنا، اور پاک صحائف پڑھنے اور مذہبی امُور پر بحث مباحثہ کرنے کے لئے اِن سے مُلاقاتیں کرتا رہا۔ نتھُومل نے اُسے خاص طور پر متاثر کیا اور اُس کے نومسیحی ہونے کا ذریعہ بنا۔ اس سبب سے کرم چند نے سکاٹس مِشن سے بپتسمہ لیا۔ ۱۸۷۴ء موسم خزاں میں جب نتھُومل کا تبادلہ سمبڑیال ہو چُکا تھا کرم چند بپتسمہ لینے کے سِلسلہ میں ہارپر کے پاس آیا۔ مگر تاخیر ہوتی رہی۔ اور مارچ ۱۸۷۵ء میں ہارپر نے اُس کے بارے میں لِکھا:

"وُہ بہُت ڈرپوک ہے۔ اِتنی دیر تاخیر ہونے کی وجہ یہی ہے۔ مَیں کِسی کو بپتسمہ پانے پر اکسانا ہمیشہ ناپسند کرتا ہُوں۔ لیکن مُجھے اُمید ہے کہ چند دِنوں میں وُہ خُود آگے آئے گا اور کلیسیا میں شامل ہونے کا حق مانگے گا۔ اُس نے پہلے ہی بپتسمہ کے لئے ایک دِن مقرر کیا تھا لیکن جب وقت آیا تو اُس

920/4.2

کی ہمّت جواب دے گئی۔ اچھّے خاندان کے کسی فرد کے لئے سب کچھ چھوڑ کر مسیح کے پیچھے ہو لینا کوئی آسان کام نہیں"۔

کرم چند نے اپنے خاندان کو بتا دیا تھا کہ بپتسمہ لینے کا اِرادہ رکھتا ہے۔ بقول ینگسن تاخیر اُس کے خاندان کی وجہ سے ہُوئی۔

"اگرچہ وُہ اپنے نئے ایمان کا علانیہ اِقرار کرنا چاہتا تھا لیکن وُہ دو سال ایسا کرنے سے رُکا رہا۔ اُن کے رشتہ دار اُس پر بڑی بے دردی سے ظُلم و ستم کرتے تھے۔ مگر جب اُنہوں نے دیکھا کہ ہمارا ظُلم اُسے اَور سخت بنا دیتا ہے تو اُنہوں نے اُس کو نہ صِرف دُنیاوی مُعاملات میں اُلجھانے بلکہ اوباشی میں غرق کرنے کی بھی کوشش کی۔ لیکن اُس کا ایمان فتح مند رہا۔ جب کرم چند پہلے پہل ہارپر کے پاس آیا تھا اُس کے بعد دو سال گُزر گئے۔ حتیٰ کہ دسمبر ۱۸۶۰ء میں ہنٹر میموریل چرچ میں اُس کا بپتسمہ ہُوا۔ بپتسمہ کے فوراً بعد اُس نے مسیحیوں کے ساتھ کھانا کھایا اور اِس طرح اپنی ذات پات کو خیر باد کہا۔ جب بپتسمہ کی خبر اُس کے گھر والوں کو ہُوئی تو اُس کی بیوی اُس کے خاندان کو چھوڑ کر اپنے میکے چلی گئی۔ ہارپر کو توقع تھی کہ مُشکل اور مُصیبت پیدا ہو گی۔ اور چونکہ نتھو مل بڑے دِن کی چھُٹی پر امرتسر جانے والا تھا ہارپر نے کرم چند کو اُس کے ساتھ بھیج دِیا۔

"مَیں نے یہ اِقدام اِس لئے کیا کہ وُہ آزمائش کے اُس

طوفان سے بچ سکے جو وُہ جانتا تھا کہ اُس کے خِلاف اُٹھ کھڑا ہوگا۔ مزید اِس لئے کہ وُہ کچھ عرصہ تک امرتسر کے بھائیوں کی رفاقت کا لُطف اُٹھا سکے اور وہاں خُداوند کے کام کو دیکھ کر مُستفید ہو سکے۔"

کرم چند کے دوست اُس کے پیچھے امرتسر پہنچ گئے۔ لیکن اُن کی مِنّت سماجت کے جواب میں کرم چند نے اُنہیں مسیحی ہو جانے کی تلقین کی۔ ہار پر کو فِکر تھی کہ وُہ اُسے زبردستی اُٹھالے جائیں گے۔ لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ طوفان کا زور ٹوٹ گیا۔

کرم چند کے بپتسمہ سے شہر کے سکُول پر جو فوری اثرات مُرتّب ہُوئے، ہار پر نے اُن پر بہت کٹیلی رائے دی ہے:-

"شہر کے ہِندوؤں نے حال ہی میں ہمیں عملی ثبوت دِیا ہے کہ وُہ اِس مُعاملہ میں کیسے گہرے احساسات رکھتے ہیں۔ اُنھوں نے ہمارے مُقابلہ میں ایک ہندو سکُول کھول لِیا ہے۔ اور وُہ والدین جو ماہانہ آدھے آنہ (موجُودہ تین پیسے) سے زیادہ ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتے تھے بلکہ بعض اوقات بالکل کُچھ نہیں دے سکتے تھے، وُہ اپنے بچّوں کو اِس نئے سکول میں بھجوا رہے ہیں۔ بعض دو دو روپیہ ماہانہ اور بعض ایک ماہانہ ادا کرتے ہیں۔ لیکن اِس بات کے پیشِ نظر کہ یہ لوگ پیسے کے کِتنے دِلدادہ اور لالچی ہیں، شاید وُہ زیادہ دیر قائم نہ رہ سکیں۔

بپتسمہ لینے کے بعد چھ مہینے نہیں گزرے تھے کہ کرم چند سیالکوٹ واپس آگیا اور مِشن کے لئے کام کرنے لگا۔ مئی ۱۸۷۷ء کے اواخر میں شہر میں ایک بُک شاپ شرُوع کی گئی۔ پرائمری سکُول

کے اِحاطہ میں ایک پُرانے مکان کو از سرِ نو تعمیر کر کے کرم چند کو انچارج مُقرر کیا گیا۔ وہاں پہلے نو ماہ کے دَوران کرم چند نے ۱۰۰ روپیہ سے زیادہ کی کتابیں بیچیں۔ وُہ برانچ سکُول میں مذہبی تعلیم دیتا اور بازار میں منادی بھی کرتا تھا۔ ہارپر نے سکاٹ لینڈ میں گلاس فورڈ پیرش چرچ سے اُس کے لئے خصُوصی اِمداد بھی حاصل کر لی تھی۔ وہاں کے پاسٹر پادری رابرٹ پیٹرسن ۱۸۶۰ء سے ۱۸۶۹ء تک پنجاب میں مشنری تھے۔ وُہ خرابیٔ صحت کے باعث سکاٹ لینڈ واپس جانے پر مجبُور ہو گئے تھے۔ بعد کی ایک رپورٹ سے معلُوم ہوتا ہے کہ خُود کرم چند نے سکاٹ لینڈ میں ایک دُعائیہ گروپ کو دُعا کے ذریعہ معاونت کے لئے خطُوط لکھے تھے۔

کرم چند نے کم از کم ایک موقع پر ثابت کر دیا کہ وُہ مُؤثر شخصی مُبلّغ ہے۔ ستمبر ۱۸۷۸ء میں وُہ گجرات گیا اور وُہ بازاری منادی کرنے میں ینگسن کے ساتھ شریک ہؤا۔ سردار دیدار سنگھ نامی ایک نوجوان سِکھ جو ایک سال پہلے ینگسن سے رابطہ رکھتا تھا بھیڑ میں سے آگے بڑھا اور مسیحی عقیدہ کے ایک نُقطہ پر بحث کرنے لگا۔ اجلاس کے بعد کرم چند نے دیدار سنگھ سے رابطہ قائم کیا اور اُس کا اعتماد اور دوستی حاصل کرنے میں کامیاب رہا۔ چند دِنوں بعد وُہ دیدار سنگھ کو مشن ہاؤس لایا جہاں اُس نے اعلان کیا کہ مَیں مسیحی ہونے کو تیار ہُوں۔ بپتسمہ پانے کے دِن اِس سِکھ نے درخواست کی کہ کرم چند میرے بال کاٹے۔ اِس کے بعد ینگسن نے دیدار سنگھ کو کرم چند

کے ساتھ سیالکوٹ بھیج دیا۔ ینگسن بڑی تفصیل سے بیان کرتے ہیں کہ وہاں کیا ہُوا:

"یہ دونوں گلی میں سے گُزر رہے تھے کہ دُکانوں میں سے آدمیوں کی بھیڑ اُمڈ آئی۔ اُنہوں نے کرم چند کو مار مار کر ایک طرف دھکیل دیا اور دیدار سنگھ کو اُٹھا کر لے گئے۔ کرم چند پُوری رفتار سے بھاگتا ہُوا مشن ہاؤس پہنچا۔ مشنری (ہارپر) کے سامنے حاضر ہُوا۔ اُس کے مُنہ سے بات نہیں نکل رہی تھی۔ وُہ چِلّا چِلّا کر رویا۔ وقت ضائع نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اُس نوجوان کو چُھڑانے کے لئے فوری طور پر مجسٹریٹ کی مدد حاصِل کی گئی۔"

ہارپر اِس بات میں کامیاب ہُوئے کہ دیدار سنگھ کو پولیس سٹیشن لایا جائے۔ اگلے دِن اُس نے مجسٹریٹ کے سامنے بیان دیا کہ مُجھے میری مرضی کے خِلاف اٹھا لیا گیا تھا۔ اَب مَیں مشنری کی حفاظت میں واپس جانا چاہتا ہُوں۔ دیدار سنگھ نے ۱۹۱۷ء میں اپنی مَوت تک نہایت مُعزز مُبَشِّر کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔

ایک سال بعد کرم چند کو ایک اَور دردناک تجربہ ہونے والا تھا۔ اُس وقت وُہ ایک اَور نومسیحی ایسور کھّا کے ہمراہ تھا۔ اُسے پھر مارا کُوٹا گیا۔ یہاں تک کہ اُس کی آنکھ زخمی ہوگئی۔

کرم چند تقریباً ۱۴ برس مِشن کی مُلازمت میں رہا۔ ۸۰-۱۸۷۹ء کے موسمِ سرما میں وُہ ہارپر کے ساتھ ضلع سیالکوٹ کے شمالی علاقوں کے دَورہ پر گیا۔ جب ہارپر نے گوندل کے مقام پر ایک بیرُونی مرکز کھولا تو اُس کو مُبَشِّر کی حیثیت سے وہاں تعینات کیا گیا۔ ۱۸۸۳ء میں اُس

کا تبادلہ چھاؤنی میں کیا گیا جہاں صدر سکول میں زیادہ تر مذہبی تعلیم وُہی دیتا تھا اور بازاری منادی بھی کرتا تھا۔ چند سال پہلے اُس کی شادی ایک مسیحی خاتون سے ہوگئی تھی۔ ایک بیٹی کے بپتسمہ کا ذِکر ۱۸۸۲ء کی رُوداد میں درج ہے۔ ۱۸۹۰ء کے کُچھ بعد کرم چند نے مشن کی مُلازمت چھوڑ دی اور کاروبار شرُوع کر دیا۔ ۱۸۹۵ء میں ینگسن اِس کا ذِکر کرتے ہوُئے کہتے ہیں کہ ”اب وُہ سیالکوٹ میں ایک خوشحال سوداگر ہے“۔

اِمام الدین

دُوسرا بپتسمہ ہارپر کے اپنے ایک شاگِرد کا تھا۔ اِمام الدین کا باپ سیالکوٹ شہر میں سب سے بڑا مُسلمان سُنار اور بہُت دَولت مَند شخص تھا۔ ہارپر اُس (اِمام الدین) کے بپتسمہ کی کہانی بیان کرتے ہیں:

> ۲۷ر فروری کو ہم نے ایک اَور بہُت اہم اور دِلچسپ بپتسمہ کیا۔ اِس دفعہ بپتسمہ پانے والا اِمام الدین نامی ایک مُسلمان نوجوان تھا۔ وُہ ہمارے سکول میں طالبِ علم تھا اور مِڈل سکول کی اعلیٰ ترین کلاس میں پڑھتا تھا۔ وُہ غیر معمُولی لیاقت اور ذہانت کا مالک ہے۔ کُچھ عرصہ سے اُس کی زِندگی اور کردار میں نمایاں تبدیلی نظر آ رہی تھی۔ اُن کی کلاس میں ہر روز اِنجیل کا سبق پڑھاتے ہوئے مُجھ پر واضح طور پر ظاہر ہو رہا تھا کہ مذہبی تعلیم میں اُس کی دِلچسپی دِل سے ہے۔ کُچھ مُدّت بعد وُہ مسیحیوں کی صُحبت

کا متلاشی رہنے لگا اور اُس نے اپنے دِل کا حال کھول دیا کہ مَیں مسیح کا اِقرار کرنا چاہتا ہُوں۔ ۲۷ تاریخ کو ہماری چھوٹی سی کلیسیا میں تین شادیاں ہوتی تھیں۔ تمام مسیحیوں کو آنے کی دعوت تھی۔ چنانچہ اُس نے اپنے بپتسمہ کے لئے وُہی دِن چُنا۔ سکُول سے کئی نوجوان بھی شادیوں میں شریک ہونے کے لئے آئے۔ چنانچہ ہنٹر میموریل چرچ بالکل بھرا ہُوا تھا۔ اِمام الدین نے اُن سب کے سامنے سنجیدگی سے بپتسمہ لیا اور مسیح کی صلیب اُٹھالی۔ ہم نے ہنگامہ اور ظلم سے بچاؤ کے لئے فیصلہ کیا کہ کُچھ عرصہ اُسے اپنے گھر میں رکھیں گے نیز اس لئے بھی کہ طُوفان کا سامنا کرنے کے لئے مَوجُود بھی رہے۔ شہر سے آنے والے نوجوانوں نے سارے واقعہ کی خبر فوراً جا پُہنچائی"۔

اگلے تین دِنوں کے دَوران اِمام الدین کے تین بھائی، مُختلف دوست، رِشتہ دار اور آخر اُس کا باپ اُسے مِلنے آتے رہے۔ مُلاقات ہارپر کی مَوجُودگی میں ہوتی تھی۔ مگر وُہ اُس کے فیصلہ اور عزم کو مُتزلزل نہ کر سکے۔

"اُس کے باپ کے ساتھ مُلاقات اِتنی دَردناک تھی کہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ بیچارے بُوڑھے باپ کا حال ایک جُنونی کا سا تھا۔ وُہ روتا اور آہ و نالہ کرتا تھا، اور اپنا مُنہ اِس شِدّت سے پیٹتا تھا کہ مُجھے اُس کی فِکر پڑ گئی۔ جب مُلاقات ختم ہوگئی تو مَیں نے جوان آدمی کو منجّی کا وُہ کلام بتایا جہاں وُہ کہتا ہے کہ "یہ نہ سمجھو کہ مَیں زمین پر صُلح کرانے آیا ہُوں۔ صُلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہُوں ... اور آدمی کو اُس کے باپ سے ... جُدا کر دُوں۔ اور آدمی کے دُشمن اُس کے گھر ہی کے لوگ ہوں گے" (متّی ۱۰: ۳۴-۳۶)۔

اگلے سوموار کو مَیں اُسے سکُول لے گیا۔ ایک دَم اُس کے واقف کار اُس کے گرد اِکٹھے ہو گئے۔ اُن میں سے بعض تو پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگے۔ ہر مَوقع پر اُس کا سلوک نہایت دانشمندانہ اور قابلِ تعریف رہا۔ وُہ ہمیشہ جلتی ہُوئی اور چمکتی ہُوئی روشنی رہا ہے۔ مُجھے اِس لڑکے کے مُستقبل سے بہُت اُمیدیں ہیں۔ اِس کی عُمر تقریباً ۱۶ برس ہے۔"

امام الدین نے سکُول میں پڑھائی جاری رکھی۔ ایک سال بعد ہارپر نے رپورٹ دی کہ وُہ "نمایاں ترقی" کر رہا ہے۔ ۱۸۷۹ء میں سکول سے فارغ ہونے کے بعد اُس کو ٹیچر ٹریننگ کے لئے بھیجا جا سکتا تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد اُس کی شادی ہو گئی تھی اور نومبر ۱۸۸۰ء میں اُس کی پہلی بیٹی کا بپتسمہ ہُوا۔ اِس سے پہلے ہارپر امام الدین کو صدر سکُول کے عملہ پر لے آئے تھے۔ اور ۱۸۸۳ء میں اُسے ترقی دے کر وہاں ہیڈ ٹیچر بنا دِیا گیا۔ ۱۸۹۵ء تک وُہ سیالکوٹ شہر کے بڑے سکُول میں اُستاد ہو گیا تھا اور ۱۹۰۶ء تک اُس کا نام وہاں کے اُستادوں کی فہرست میں مَوجُود تھا۔

گوپال چند

صدر سکول، مشن ہاؤس سے قریباً ۲ کلومیٹر دُور تھا۔ شہر کے سکُول سے فاصلہ اَور بھی زیادہ تھا۔ لیکن ۱۸۷۸ء تک ہارپر ہفتہ میں تین دفعہ اُس سکول میں جاتے اور اُوپر کی چاروں جماعتوں کو اکٹھا کر کے مذہبی تعلیم دیتے تھے۔ دُوسرے اوقات میں مذہبی تعلیم دینے کا کام وہاں کے مسیحی اُستاد کرتے تھے۔ اِس کے بھی نتائج برآمد ہُوئے۔ جن کا بیان ہارپر یُوں کرتے ہیں:

"یکم فروری ۱۸۷۸ء کو ۱۸ یا ۱۹ سال کی عُمر کے ایک براہمن نوجوان گوپال چند کو بپتسمہ دیا گیا۔ وُہ ہمارے چھاؤنی کے سکول کا طالبِ علم تھا۔ وُہ کوئی دو سال تک مُتلاشی رہا تھا۔ کوئی ایک سال پیشتر اُس کا اِرادہ پکّا معلوم ہوتا تھا اور مسیح پر اپنے ایمان کا علانیہ اقرار کرتا تھا۔ اور ہمیں یقین تھا کہ بہت جلد وُہ ہم میں شامل ہو جائے گا۔ لیکن اِس مرحلہ پر اُس کے رِشتہ داروں نے اُسے لاہور بھیج دیا تاکہ وُہ راستہ سے ہٹ جائے اور اِس پر عمل کرنے والے اثرات دُور ہو جائیں۔ جب اُنہوں نے سوچا کہ ہمارا مقصد حاصل ہو گیا ہے تو اُسے واپس یہاں لے آئے اور اُس نے سکول میں دوبارہ پڑھنا شروع کر دیا۔

کئی مہینوں تک وُہ مسیحیوں سے علیحدگی میں ملنے سے کتراتا رہا۔ معلوم ہوتا تھا کہ سارے پُرانے اثرات ختم ہو گئے ہیں۔ لیکن رفتہ رفتہ اُس نے ذہن اور اِرادہ کی تبدیلی کے آثار دوبارہ دِکھانے شروع کئے۔ اور بازار میں مسیحیت کے حق میں دوبارہ آواز اُٹھانے لگا۔ آخرکار آ کر بپتسمہ پانے پر اِصرار کرنے لگا۔ اُسے مشورہ دیا گیا کہ جلد بازی سے کُچھ نہ کرے۔ اُسے کہا گیا کہ اپنے گھر واپس جا کر اپنے رِشتہ داروں کو بتائے کہ میں مسیحی ہونے کا اِرادہ رکھتا ہوں۔ وُہ بادِلِ ناخواستہ گھر گیا اور وعدہ کیا کہ جو مشورہ دیا گیا ہے اُس کے مُطابق کروں گا۔ وُہ ایک دو دن گھر پر رہا۔ پھر واپس آ کر بڑے افسوس کے ساتھ اقرار کیا کہ میں اپنے رِشتہ داروں کو بتانے کے کام پر پُورا نہیں اُتر سکا۔ مَیں نے کوشش کی مگر لفظ ہی نہیں مِلتے تھے۔ اُس نے بتایا کہ مُجھے

اندیشہ تھا کہ ظُلم و ستم ہوگا۔ اُس نے کہا کہ مجھے بپتسمہ دے کر کچھ عرصہ کے لیئے سیالکوٹ سے کسی اَور جگہ بھیج دیا جائے۔

چنانچہ اُس کو بپتسمہ دیا گیا اور گجرات میں مسٹر ینگسن کی مُحافظت میں بھیج دیا گیا۔ وُہ کچھ دیر وہاں رہا۔ سب بہت مُطمئِن تھے۔ جب وُہ سیالکوٹ واپس آیا تو اُسے ایک مسیحی خاندان کے سپُرد کر دیا گیا۔ اُس نے سکول میں دوبارہ پڑھائی شرُوع کر دی۔ چند ہفتوں کے بعد اُس نے مُجھے بتایا کہ مُختلِف جگہوں سے میرے مُتعدد رشتہ دار آئے ہیں۔ اور ہر طرح کے وعدوں سے راغب کرتے ہیں کہ اُن کے ساتھ چلا جاؤں۔ لیکن اُس نے قائم رہنے کا پکّا اِرادہ ظاہر کیا۔ اِس کے دو دِن بعد وُہ اپنے معمُول کے مُطابق بازار میں منادی کرنے گیا لیکن واپس نہ آیا۔ صِرف اِتنی بات کی تصدیق ہو سکی کہ بازار میں اُس کی مُلاقات اپنے ایک چچا سے ہُوئی تھی۔ اور کوئی بھی بتانے کو تیار نہ تھا کہ اُس کا کیا ہوا۔

اِس کے چند مہینوں بعد خبر مِلی کہ اُسے سکّھ بنا دیا گیا۔ یہ بات درُست تھی۔ وُہ سیالکوٹ واپس آ گیا ہے۔ مَیں چند ایک مرتبہ اُس سے مِلنے میں کامیاب رہا ہُوں، حالانکہ وُہ ہم سب سے کتراتا ہے۔ بے چارہ نَوجوان کِسی صُورت خُوش نہیں لگتا۔ ہمیں اُمید ہے کہ وُہ بھیڑ خانہ (گلہ) میں دوبارہ آ جائے گا۔ اگرچہ جِس قدر ہم اُس کے کِردار کو جانتے ہیں ہمیں یہ توقع نہیں کہ یہ بات یہاں ہو گی بلکہ کِسی اَور جگہ ہو گی جہاں اُس کی تاریخ کو کوئی نہ جانتا ہو گا۔"

تاہم وُہ سیالکوٹ میں ہی واپس آیا۔ اُس نے بار بار درخواست کی کہ

اُسے کلیسیا میں دوبارہ شامِل کر لیا جائے۔ اُس نے کرک سیشن کے سامنے توبہ کا اِظہار کیا اور دو سال کے بعد ۱۸۸۰ء میں اُسے بحال کر دیا گیا۔

"اب وُہ اپنے گھر جانے سے پہلے کی نسبت اپنے مالِک کی خِدمت کرنے میں زیادہ حلیم اور شوقین معلُوم ہوتا ہے"۔

گوپال چند مِشن کی مُلازمت میں آگیا۔ وُہ ۸۲-۱۸۸۱ء میں چھاؤنی میں، ۱۸۸۳ء میں گوندل میں اور اِس کے بعد سیالکوٹ شہر میں مناد رہا۔ مِشن کی رُودادوں میں اُس کا آخری ذِکر ۱۸۸۸ء میں آتا ہے جب وُہ وزیرآباد میں مناد تھا۔

ہم نے کرم چند، امام الدین اور گوپال چند کے حالات کے سِلسلہ میں صَدر سکُول کا ذِکر کیا ہے۔ یہاں مُناسب معلُوم ہوتا ہے کہ اِس ترقی اور اُن واقعات کا بیان کیا جائے جو وہاں ہارپر کے زیرِ انتظام ہوئے۔ ہم دیکھ چُکے ہیں کہ ۷۵-۱۸۷۴ء میں ہارپر وہاں کے معیار اور وہاں کی مذہبی تعلیم سے خوش نہیں تھے۔ اگرچہ ۱۸۷۹ء میں ایک طالبِ علم مِڈل کے اِمتحان میں پاس ہوگیا مگر اِسی سال اگست کے مہینہ میں کارسپانڈنگ بورڈ نے اِس کا درجہ گھٹا کر اِسے پرائمری سکول کر دیا۔ اِسی دَوران چھاؤنی میں ہمارے مُقابلہ میں ایک اَور سکُول کھُل گیا۔ چنانچہ ۱۸۷۸ء میں جو تعداد ۱۰۵ تھی ۱۸۸۰ء میں گھٹ کر ۸۳ رَہ گئی۔ ہارپر نے عملہ میں بتدریج تبدیلیاں کیں۔ ۱۸۸۰ء میں راموں کا تبادلہ شہر کے سکُول میں کر دیا گیا۔ اور گوپال چند کو دِینی تعلیم کا انچارج بنایا گیا۔ امام الدین کو بھی عملہ میں شامِل کر لیا گیا۔

غیر مذہبی تعلیم پہلے کی نسبت مجمُوعی طور پر بہتر تھی اور نئے مناد کے تحت مسیحی تعلیم میں بھی بہُت ترقی ہُوئی ہے۔

۱۸۸۳ء میں گوپال چند کو گوندل بھیجا گیا۔ اُس کی جگہ کرم چند نے لی۔ پالا مل اُسی سال ریٹائر ہُوا تو امام الدین نے بہ حیثیت ہیڈ ماسٹر ذِمّہ داری

سنبھالی۔ ۱۸۸۴ء ہارپر کا آخری پُورا سال تھا۔ اِس سال کی رپورٹ ہے کہ

"مذہبی تعلیم کا بڑا حصّہ کرم چند دیتا ہے۔ ایک جماعت کو امام الدین پڑھاتا ہے"۔

سکُول میں طلبا کی تعداد ۱۰۶ تک پُہنچ گئی تھی ——— ۶۳ ہندُو، ۴۰ مُسلمان اور ۳ سِکھ ——— گزشتہ سال اَپر پرائمری میں ۶ میں سے ۴ اور لوئر پرائمری میں ۲۰ میں سے ۱۳ طلبا پاس ہُوئے تھے۔

"۱۸۸۱-۸۲ء کے موسم سرما میں ایک نیا واقعہ ہُوا۔ ایک سنڈے سکُول شرُوع کیا گیا ہے جس میں ہندو اور مُسلمان لڑکے آتے ہیں۔ مقامی مسیحی رضا کارانہ پڑھاتے ہیں۔ اِسی وقت اور جگہ مسز ہارپر مسیحی عَورتوں کے ساتھ بائبل مُقدّس پڑھتی ہیں۔ جب کلاسیں ختم ہوجاتی ہیں تو یہ لڑکے اور مسیحی افراد سب سکُول ہال میں جمع ہوتے ہیں۔ وہاں گیت گائے جاتے اور دُعا مانگی جاتی ہے اور مِشنری ان سے خطاب کرتا ہے"۔

ہنٹر میموریل چرچ کے علاوہ اَب مسیحیوں کے پاس عبادت کی ایک اَور جگہ بھی ہوگئی۔ ۱۸۸۵ء میں عبادت میں آنے والوں کی اوسط تعداد ۱۲ تھی۔ بعد کے سالوں میں وُہ ایک مُنظّم جماعت (کانگریگیشن) بن گئے۔ یعنی سینٹ ٹامس، سیالکوٹ چھاؤنی ——— اور ۱۹۴۹ء تک صدر سکُول میں عبادت کرتے رہے۔ اُس وقت اُن کو اِس عمارت میں عبادت کرنے کی اجازت ملی جو آج کل سیالکوٹ کیتھیڈرل ہے۔

محمّد حنیف

۱۸۷۸ء میں ایک اَور بپتسمہ بھی ہُوا ۔ محمّد حنیف گُجرات کے ایک اچھے خاندان میں ایک بیوہ کا بیٹا تھا ۔ اُن کا خاندان نہایت ہی غریب تھا تو بھی محمّد حنیف کو گُجرات میں داخل کرا دیا گیا ۔ وُہ سکُول میں بہُت اچھا کام کرتا تھا ۔ جب وُہ ہائی کلاسز میں پُہنچا تو وُہ گورنمنٹ ہائی سکُول گُجرات کی فِیس ادا نہیں کر سکتے تھے ۔ وُہ سیالکوٹ شہر کے ہائی سکول میں مانیٹر کا عُہدہ حاصِل کرنے میں کامیاب ہوگیا ۔ اُس کو تھوڑا سا وظیفہ دِیا گیا جس کے عِوض وُہ کلاس میں نظم و ضبط رکھنے میں مَدد دیتا اور کمزور طلبا کو ٹیوشن پڑھاتا تھا ۔ ہارپر کی نَذر جلد ہی اُس پر پڑ گئی ۔

"اُس کو ہمارے اَپر سکُول میں آئے دو سال ہو گئے تھے ۔ وُہ مسیحی تعلیم کا نہایت قابل اور نہایت پکّے ارادہ والا مُخالِف تھا ۔ وُہ بہُت لائق طالب علم تھا اور سکُول میں مانیٹر کی ذِمّہ داریاں نبھانے کے ساتھ ساتھ اُس نے دو سال میں وُہ کام مکمّل کر لیا جو تقریباً سارے نوجوان تین سال میں کرتے ہیں ۔ ہمارے سکُول میں اپنی پڑھائی کے اختتام کے قریب اُس کے سُوالوں اور دلیلوں میں ایک نُمایاں تبدیلی ظاہر ہُوئی ۔ صاف معلُوم ہونے لگا کہ اَب اُس کو تحریک مُتعصبانہ مُخالفت سے نہیں ہو رہی بلکہ اُسے خواہش ہے کہ مسائل کو سمجھے اور سچّائی کو جان لے ۔ رفتہ رفتہ وُہ بعض مسیحیوں کو بتانے لگا کہ اَب مَیں اِتنا بدل گیا ہُوں کہ دِل میں مسیحی ہُوں ۔ اِس کے بعد محسُوس ہونے لگا کہ وُہ گُناہ کی قائلیت کے بڑے بوجھ تلے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے ۔ آخر جب اُس نے بپتسمہ لینے کی درخواست کی تو مُجھے اُس کو کلیسیا میں شامل کرنے میں کوئی

محمد حنیف

۱۸۷۸ء میں ایک اور بپتسمہ بھی ہُوا - محمد حنیف گجرات کے ایک اچھے خاندان میں ایک بیوہ کا بیٹا تھا - اُن کا خاندان نہایت ہی غریب تھا تو بھی محمد حنیف کو گجرات میں داخل کرا دیا گیا - وُہ سکُول میں بہُت اچھا کام کرتا تھا - جب وُہ ہائی کلاسز میں پہنچا تو وُہ گورنمنٹ ہائی سکُول گجرات کی فیس ادا نہیں کر سکتے تھے - وُہ سیالکوٹ شہر کے ہائی سکول میں مانیٹر کا عہدہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا - اُس کو تھوڑا سا وظیفہ دیا گیا جس کے عِوض وُہ کلاس میں نظم وضبط رکھنے میں مدد دیتا اور کمزور طلبا کو ٹیوشن پڑھاتا تھا - ہارپر کی نظر جلد ہی اُس پر پڑ گئی -

"اُس کو ہمارے اَپر سکُول میں آئے دو سال ہو گئے تھے - وُہ مسیحی تعلیم کا نہایت قابل اور نہایت پکّے ارادہ والا مُخالِف تھا - وُہ بہُت لائق طالبِ علم تھا اور سکُول میں مانیٹر کی ذمّہ داریاں نبھانے کے ساتھ ساتھ اُس نے دو سال میں وُہ کام مکمّل کر لیا جو تقریباً سارے نوجوان تین سال میں کرتے ہیں - ہمارے سکُول میں اپنی پڑھائی کے اختتام کے قریب اُس کے سُوالوں اور دلیلوں میں ایک نُمایاں تبدیلی ظاہر ہُوئی - صاف معلُوم ہونے لگا کہ اَب اُس کو تحریک مُتعصبانہ مُخالفت سے نہیں ہو رہی بلکہ اُسے خواہش ہے کہ مسائل کو سمجھے اور سچّائی کو جان لے - رفتہ رفتہ وُہ بعض مسیحیوں کو بتانے لگا کہ اَب مَیں اِتنا بدل گیا ہُوں کہ دِل میں مسیحی ہُوں - اِس کے بعد محسُوس ہونے لگا کہ وُہ گُناہ کی قائلیّت کے بڑے بوجھ تلے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے - آخر جب اُس نے بپتسمہ لینے کی درخواست کی تو مُجھے اُس کو کلیسیا میں شامل کرنے میں کوئی

تامل نہ ہُؤا ۔ کرک سیشن کے ساتھ مناسب صلاح مشورہ اور غور و خوض کے بعد اُس کو ۱۱ اپریل کو بپتسمہ دیا گیا ۔ وُہ یُونیورسٹی کا انٹرنس کا اِمتحان پاس کرنے کے لئے فوراً لاہور روانہ ہوگیا ۔ یہ اِمتحان اُس نے بڑے اعزاز کے ساتھ پاس کیا ۔"

معلُوم ہوتا ہے کہ مُحمّدؐ حنیف کے ساتھ ینگسن کی مُلاقات گُجرات میں ہُوئی تھی ۔ وُہ مُحمّدؐ حنیف کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وُہ "شکل و صُورت سے نازُک دِکھائی دیتا تھا لیکن اُس میں بہُت اعلیٰ لیاقت و قابلیّت کے نشان نمایاں تھے"۔ اُنھوں نے جو کُچھ بعد میں ہُؤا اُس کا بھی مختصر حال بیان کیا ہے ۔ معلُوم ہوتا ہے کہ حنیف گورنمنٹ کے کسی محکمہ میں مُلازم ہوگیا تھا ۔

"اُس نے بہُت فائدہ مند اور روشن زندگی سے اپنے مسیحی دَور کا آغاز کیا ۔ نہ صِرف اُس شُعبہ میں جہاں وُہ اپنی روزی کماتا تھا بلکہ مسیحی ادب کے مُصنّف کے لحاظ سے بھی ۔ وُہ جسمانی لحاظ سے مضبُوط نہ تھا ۔ اُس کی اِبتدائی زِندگی کی محرُومیوں کے باعث پَیدا ہونے والی بیماری نے اُسے وقت سے پہلے قبر میں اُتار دیا ۔"

وُہ مسیحی ایمان میں مُؤا ۔ بسترِ مرگ پر اُس کے مُسلم دوست اُس کے گرد جمع تھے ۔ اُس وقت اُس نے اِقرار کیا کہ "سوائے خُدا کے کوئی خُدا نہیں اور یسوع خُدا کا رُوح ہے" (لا اِلٰہ اِلّا اللہ و عیسیٰ رُوح اللہ) ۔

اِلیسو رکھّا

رام رکھّا، سیالکوٹ تحصیل کے قانُون گو کا سب سے بڑا بیٹا تھا ۔ اُس کا ایک چچا جمّوں و کشمیر کے مہاراجہ کا دیوان تھا ۔ ۱۸۷۵ء میں اُس نے سیالکوٹ

شہر کا ہائی سکول چھوڑ دیا جہاں وُہ پڑھتا تھا اور اپنے چچا کے ساتھ رہنے کے لئے جموں چلا گیا۔ وہاں اُس نے مہاراجا کے سکول میں تعلیم جاری رکھی۔ لیکن مشن سکول کی تعلیم نے اُس کے اندر بُت پرستی کے لئے نفرت اور کسی بہتر چیز کے لئے تڑپ پیدا کر دی تھی۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ ۱۸۷۸ء میں وُہ لاہور چلا گیا۔ وہاں مولویوں سے رابطہ قائم کیا اور اِسلام قبول کر لیا۔

"بہت جلد وُہ اُن سے تنگ آ گیا اور اُن کا ایمان تَرک کر دیا۔ اُس نے ہندومت میں واپس جا کر اُس میں پھر قائم ہونے کی ہر ممکن کوشش کی اور کامیاب ہؤا۔ لیکن اُس کے ذہن کو سکون نصیب نہ ہؤا۔

سیالکوٹ واپس آکر وُہ مسیحیوں کی صحبت ڈھونڈنے لگا۔ دسمبر ۱۸۷۹ء کے اوائل میں اُس نے ہارپر کو بتایا کہ بپتسمہ لینے کو تیار ہے۔ اُس نے اپنی بیوی کو مسیح کے پاس لانے کی کوشش کی مگر بے سُود۔ چنانچہ وُہ اِس نتیجہ پر پہنچا کہ مجھے یہ قدم اکیلے ہی اُٹھانا ہوگا۔

"اُسی مہینہ (دسمبر ۱۸۷۹ء) کی ۱۵ تاریخ کو جو اُس کی بیسویں سالگرہ بھی تھی، اُس کو ہنٹر میموریل چرچ میں عَلانیہ بپتسمہ دیا گیا۔ اُس نے اُس بے دین دیوتا کا نام ترک کر دیا جس پر اُس کا نام رکھا گیا تھا۔ اور اپنا نام رام رکھا سے بدل کر اِلیسور کھا رکھ لیا۔

مَیں نَوجوانوں کو ہمیشہ ترغیب دیتا ہُوں کہ بپتسمہ لینے کے بعد اُن مشکلات اور آزمائشوں سے نہ بھاگیں جن کا آنا ضرُور ہے۔ لیکن ہندُو فطری طور پر ڈرپوک ہوتے ہیں۔ اُن کو رضا کارانہ طور پر سخت امتحانوں کا سامنا کرنے پر مائل کرنا مُشکل ہوتا ہے حالانکہ وُہ مُصیبتوں میں عام طور پر ثابت قدم مسیحی ثابت ہوتے ہیں۔ اِلیسور کھا نے کُچھ

عرصہ کے لئے ہوشیار پور جانے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ مَیں چاہتا تھا کہ وُہ ینگسن کی حفاظت میں گجرات چلا جائے مگر اُس نے میری بات نہ مانی۔ چنانچہ مَیں نے ہوشیار پور کے مقامی پادری کے نام اُس کو ایک چٹھی دی اور اُسے کرم چند کے ساتھ روانہ کر دیا۔ پانچ آدمی اُن کے پیچھے لگ گئے۔ وزیر آباد سے اُس کی ٹرین چلنے ہی والی تھی کہ اُن کو جا لیا۔ مقامی پولیس نے پناہ دینے کی بجائے اُسے ٹرین سے گھسیٹ کر نکال لیا اور کرم چند کو مارا کوٹا اور اُس کی ایک آنکھ سخت زخمی کر دی۔ اِسی وجہ سے کرم چند آپ کو لکھ نہیں سکا۔ جُونہی کرم چند واپس آیا اور جو کُچھ واقع ہُوا تھا اُس کی قابلِ اعتبار رپورٹ دی مَیں نے مُعاملات ڈپٹی کمشنر کے ہاتھوں میں دے دیئے اور درخواست کی کہ اس کی حفاظت کا خیال رکھا جائے۔ ہوسکتا ہے اُسے اُٹھا کر جموں یا کشمیر لے گئے ہوں۔ ڈپٹی کمشنر اقدام کر رہا ہے کہ اُس کے باپ کو مجبُور کرے کہ اُسے کچہری میں پیش کرے۔ اگر وُہ اِتنا دلیر ہُوا کہ میجسٹریٹ کے سامنے عدالت میں علانیہ اقرار کرے اور اپنے رِشتہ داروں سے بچائے جانے کی درخواست کرے تو اُسے ہمارے سپُرد کر دیا جائے گا۔ یہ شخص نہایت سخت اور آتشیں آزمائشوں میں سے گزر رہا ہے لیکن یقینِ غالب ہے کہ مضبُوط اور ثابت قدم ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اُسے فوراً عدالت میں پیش کر دیا جاتا۔

مسیحیّت سے نفرت بھی عجیب چیز ہے۔ کوئی مُسلمان

ہو جائے تو قابلِ برداشت ہے۔ مگر مسیحی ہو جائے تو قطعاً
قابلِ برداشت نہیں۔ یہ سب سے بڑی ذِلّت ہے۔ مسیح آج
بھی "آدمیوں میں حقیر اور مردُود" ہے۔
براہِ مہربانی کرم چند کے حامیوں سے درخواست کریں
کہ وُہ ایسورکھا کے لئے دُعا مانگیں۔"

اِس کے بعد کوئی معلُومات نہیں ہیں کہ ایسورکھا کا کیا بنا۔ ہارپر
نے اُسے دوبارہ نہیں دیکھا۔ وُہ اِسی یقینی نتیجہ پر پہنچے کہ اُس کو جمّوں اور
کشمیر لے گئے ہیں۔ جہاں برطانوی قانون کا کُچھ اختیار نہیں۔

اِلٰہی بخش

اِلٰہی بخش کے مُتعلق ہم بہُت تھوڑا جانتے ہیں۔ اِس کے بارے
میں کہا گیا ہے کہ وُہ "ہونہار نوجوان اور ہائی سکُول کا لائق ترین طالبِ علم" ہے۔
اُس کو مسیحی ایمان کی پُوری تعلیم ملی۔ چنانچہ اِس بات سے پُوری طرح مُتاثر
تھا کہ مسیح کی پیروی کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اُسے جولائی ۱۸۸۰ء میں
ہنٹر میموریل چرچ میں بپتسمہ دیا۔

"کچھ ہی عرصہ بعد اُس کے مُسلمان رشتہ دار جو کئی
دنوں سے اُس کی گھات میں تھے اُسے اُٹھا کر اپنے گاؤں
لے جانے میں کامیاب ہو گئے اور ابھی تک اُسے وُہیں روکے
ہوئے ہیں۔ بلاشُبہ اِس مقصد کے لئے وُہ اس کی بیوی اور
اُس کی بُوڑھی ماں کا اثر اِستعمال کر رہے ہیں۔ ایک قابلِ اعتبار
آدمی کو اُس نے انگریزی میں بتایا کہ مَیں ابھی تک ایک سچّا

ہو جائے تو قابلِ برداشت ہے ۔ مگر مسیحی ہو جائے تو قطعاً
قابلِ برداشت نہیں ۔ یہ سب سے بڑی ذلّت ہے ۔ مسیح آج
بھی "آدمیوں میں حقیر اور مردود" ہے ۔
براہِ مہربانی کرم چند کے حامیوں سے درخواست کریں
کہ وُہ ایسور کھا کے لئے دُعا مانگیں"۔
اِس کے بعد کوئی معلومات نہیں ہیں کہ ایسور کھا کا کیا بنا ۔ ہار پر
نے اُسے دوبارہ نہیں دیکھا ۔ وُہ اِسی یقینی نتیجہ پر پہنچے کہ اُس کو جموں اور
کشمیر لے گئے ہیں ۔ جہاں برطانوی قانون کا کچھ اختیار نہیں ۔

اِلٰہی بخش

اِلٰہی بخش کے متعلق ہم بہت تھوڑا جانتے ہیں ۔ اِس کے بارے
میں کہا گیا ہے کہ وُہ ہونہار نوجوان اور ہائی سکول کا لائق ترین طالب علم ہے ۔
اُس کو مسیحی ایمان کی پُوری تعلیم ملی ۔ چنانچہ اِس بات سے پُوری طرح متاثر
تھا کہ مسیح کی پیروی کرنا کیا معنی رکھتا ہے ۔ اُسے جولائی ۱۸۸۰ء میں
ہنٹر میموریل چرچ میں بپتسمہ دیا ۔
"کچھ ہی عرصہ بعد اُس کے مسلمان رشتہ دار جو کئی
دنوں سے اُس کی گھات میں تھے اُسے اُٹھا کر اپنے گاؤں
لے جانے میں کامیاب ہو گئے اور ابھی تک اُسے وُہیں روکے
ہوئے ہیں ۔ بلاشبہ اِس مقصد کے لئے وُہ اُس کی بیوی اور
اُس کی بُوڑھی ماں کا اثر استعمال کر رہے ہیں ۔ ایک قابلِ اعتبار
آدمی کو اُس نے انگریزی میں بتایا کہ میں ابھی تک ایک سچا

مسیحی ہوں - لیکن میری نگرانی ہو رہی ہے - اگر مَیں نے بھاگ نکلنے کی کوشش کی تو مجھے اِس کی قیمت یقیناً اپنی جان سے ادا کرنی پڑے گی کیونکہ میرے بھائیوں نے قرآن کے حکم کے مطابق اِس بات کی قسم کھا رکھی ہے۔"

مسٹر ہارپر بیان کرتے ہیں کہ "اگر وُہ فضل کے تحت ہے تو بے شمار مصیبتوں میں بھی جہاں ہے وہیں بہت مفید ثابت ہوگا"۔

کچھ معلوم نہیں کہ اِس کے بعد اُس کا کیا بنا -

ہدایت اللہ

ہدایت اللہ جموں کے ایک بہت ہی دولت مند مولوی کا متبنیٰ بیٹا تھا - وُہ شہر کے ہائی سکول میں طالب علم اور یونیورسٹی انٹرنس اِمتحان کی تیاری کر رہا تھا - پہلے وُہ مسیحیت کا سخت مخالف تھا - مگر وُہ اِنجیل کی سچائی کا قائل ہو گیا اور بپتسمہ پانے کی درخواست کی - اِس سلسلہ میں ہارپر کا بیان یہ ہے :

"ہمارا سکول چھوڑنے سے پہلے وُہ بپتسمہ لینا چاہتا تھا - لیکن مَیں محتاط تھا - چنانچہ وُہ اچانک چلا گیا اور پشاور جا نکلا - اُس کے بارے میں سی - ایم - ایس کے مسٹر ہیوز سے کچھ خط و کتابت ہُوئی اور مَیں نے ہدایت اللہ کا تعارُف کروایا - لگتا ہے کہ وہ وہاں کے مُسلمانوں سے ڈر گیا - چنانچہ وہاں سے وُہ جالندھر آ گیا - وہاں کا مقامی پاسٹر اُس کی دیکھ بھال کرتا رہا - اُس نے اُس کے بارے میں مجھے بھی لکھا - اِس جوان نے خود بھی مجھے خط لکھا اور بتایا کہ مَیں جہاں بھی جاؤں ستایا جاؤں گا - نیز پیشکش کی کہ بپتسمہ پانے کے لئے میرے

(ہارپر کے) پاس آجائے۔ چونکہ جالندھر کی مشن کے پاس اپنے سکول میں اُس کے لئے مُلازمت کا اچھّا موقع موجُود تھا اِس لئے میں نے صلاح دی کہ جہاں ہے وہیں رہے۔ اور مسٹر گولک ناتھ سے بپتسمہ لے لے۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔"

پادری گولک ناتھ اے۔ پی چرچ جالندھر میں پچیس[۲۵] سال سے پاسٹر تھے۔ اُنہوں نے ۱۸۶۲ء کی پنجاب مشنز کانفرنس میں اپنی کلیسیا کی نمائندگی کی تھی اور ۱۸۶۹ء میں پادری مُحمد اسماعیل کی مخصُوصیت پر وعظ کیا تھا اُن کے ہاتھوں ہدایت اللہ کو حِکمت بھری خوراک مِل سکتی تھی۔

جب ہم مُندرجۂ بالا بیان کو دیکھتے ہیں تو بعض خصُوصیات اُبھر آتی ہیں:

۱۔ نو مسیحی مُسلمان یا اعلیٰ ذات کے ہندُو تھے، چار[۴] مُسلمان اور تین[۳] ہندُو۔ سوائے محمّد حنیف کے جس کو سکُول میں اپنے گزارہ کے لئے مانیٹر کا کام کرنا پڑا، وُہ سب کے سب خُوش حال گھرانوں سے تھے۔ سوائے گوپال چند کے جو ۱۸ یا ۱۹ برس کی عُمر میں مڈل سکول میں پڑھتا تھا وُہ سب اچھّے بلکہ نمایاں طالبِ علم تھے۔ سب میں قائد بننے کی صلاحیّت تھی۔

۲۔ ہارپر نے بہُت بُلند معیار مقرر کر رکھا تھا۔ وُہ کسی نو مسیحی کو جلدی بپتسمہ نہیں دیتے تھے۔ اور بپتسمہ دینے سے پہلے مقامی کرک سیشن سے مشورہ کرتے تھے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ صرف ایک شخص یعنی امام الدین کو مُقررہ کم سے کم عُمر میں بپتسمہ دیا گیا۔ ہارپر توقع رکھتے تھے کہ نو مسیحی واضح دیدنی انداز میں اپنے ماضی سے ناتا توڑیں (ہندُو بودی اور سکھ کیس کٹوائیں) اور سب کے سب ذات پات کو خیر باد کہیں اور مسیحیوں کے

ساتھ مل کر کھانا کھائیں۔

۳۔ نومسیحیوں کو اُبھارا جاتا تھا کہ اپنے خاندانوں کو بتائیں کہ کیا کرنے کی نیت رکھتے ہیں اور کم سے کم ایک شخص کے مُعاملہ میں تو ہارپر نے بندوبست کیا کہ بپتسمہ کے بعد اُس کا خاندان اُس نومسیحی سے مُلاقات کرے۔ وُہ اُن کو ہمیشہ آگاہ کرتے تھے کہ ظُلم وستم کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہیں۔

۴۔ بپتسمے علانیہ اور مسیحی جماعت کے سامنے اور کبھی کبھی غیر مسیحیوں کے سامنے بھی دِئے جاتے تھے۔ زیادہ تر بپتسمے ہنٹر میموریل چرچ میں دِئے گئے۔ گرجے کی جائے وقُوع کے باعث یہ جگہ محفوظ تھی۔

۵۔ سب کو انفرادی طور پر بپتسمہ دیا گیا۔ بعض ایک تو اپنے بپتسمہ کے وقت شادی شُدہ تھے۔ اُن کے بیوی بچّے اُن سے چھین لئے گئے۔ بپتسمہ کی رُودادوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے ۲۳ کی بعد میں مسیحیوں کے ساتھ شادیاں ہُوئیں۔ غالباً کُچھ اَور بھی ہوں گے جن کی اِس طرح شادیاں ہُوئیں۔ اُن کی بیویاں موجُود مسیحی خاندانوں سے تھیں۔ یا شاید یتیم خانوں سے۔

۶۔ بظاہر ہارپر بہُت سخت تھے۔ لیکن وُہ اپنے نومسیحیوں کے لئے بہُت محبّت رکھتے تھے۔ اُن کی پرواہ اور دیکھ بھال کرتے تھے۔ خصُوصاً بپتسمہ کے بعد ——— بعض کو حفاظت کی غرض سے دُور بھیج دیا جاتا تھا۔ اُمّید کی جاتی تھی کہ طُوفان گُزر جائے گا۔ اگر کِسی کو اِغوا کر لیا جاتا تو ہارپر مدد کے لئے ڈپٹی کمشنر کے پاس جانے کو تیار ہوتے تھے۔ بعض نومسیحی کُچھ عرصہ کے بعد مشن سکول میں دوبارہ تعلیم جاری رکھ سکے۔

۷۔ صِرف ۲۳ نومسیحی ہیں جن کے بارے میں ہمیں معلُومات نہیں۔ اُن کے سِوا باقی سب مسیحی گواہی دینے میں جانفشانی کرتے رہے۔

۸- ہارپر توقع رکھتے ہیں کہ نومسیحی بپتسمہ پانے کے جلد بعد علانیہ اور سرگرمی سے مسیح کی گواہی دیں گے بلکہ بازاروں میں بھی منادی کریں گے۔ اُن کو سکول میں مکمّل تعلیم دی جاتی اور اعتراضات اور دلیلوں کے جواب دینے کی تربیّت دی جاتی تھی۔

۹- ہارپر اُن متلاشیوں کی حوصلہ شکنی کرتے تھے جو ملازمت چاہتے تھے۔ لیکن وُہ بپتسمہ یافتہ نومسیحیوں کو اُستاد اور مُبشر کے طور پر اِستعمال کرنے کو تیار رہتے تھے۔ جب کبھی سمجھتے تھے کہ یہ لوگ ضرورت پُوری کر سکتے ہیں اُن سے کام لیتے تھے۔

اگر ہم یہ پُوچھیں کہ ہارپر کی مذہبی تعلیم اور نومسیحیوں نے کلیسیا کی زندگی میں کیا حِصّہ ادا کیا تو ہم کم سے کم چار باتیں کہہ سکتے ہیں :

۱- خُدا کی نظر میں ایک ایک رُوح قیمتی ہے۔" ایک توبہ کرنے والے گنہگار کے باعث آسمان پر زیادہ خُوشی ہوگی" (لُوقا ۱۵:۷)۔ ہارپر کے لئے یہ دیکھنا کیسی خُوشی تھی کہ سکُولوں میں سے جِن سات افراد کو اُنہوں نے بپتسمے دِئے، اُن میں سے پانچ نے اپنی زِندگیوں اور خِدمات کے وسیلہ سے ثابت کر دیا کہ اُن کا ایمان اصلی اور سچّا ہے۔ یہ مُخلص مسیحی جنہوں نے اپنے ایمان کی خاطر ظُلم اور ایذائیں برداشت کیں مقامی کلیسیا کی رفاقت کے لئے ترقی اور مضبوطی کا باعث ہُوئے۔

۲- البتہ ایک بات صاف ہے کہ ہارپر کی اُمّید کہ تعلیم یافتہ اور اُونچے معاشرتی طبقہ کے ہندو یا مُسلمان نوجوانوں کے ایمان لانے سے راہ کُھل جائے گی اور دیگر بہُت سے ہندو اور مُسلمان خُداوند کے قدموں میں آئیں گے پُوری نہ ہُوئی۔ وُہ فرداً فرداً آئے۔ اُن کے خاندانوں اور دوستوں نے

اُن کو رَدّ کر دیا - ایمان لانے کے اَیسے متعدد واقعات کے بعد ہی ہارپر نے لکھا کہ

"مسیحی ہونا ناقابلِ برداشت ہے - اِس سے بڑھ کر کوئی اَور ذِلّت نہیں"۔

۳- ہارپر کے نومسیحی لائق مسیحی تھے - ضرورت کے وقت کلیسیا کی خدمت کرنے کے اہل تھے - ۱۸۷۳ء میں ینگ نے یعقوب کی غیر مؤثر بازاری منادی کو یہ کہہ کر معذور رکھا "فی الحال ہمارے پاس اِس سے لائق کوئی شخص نہیں" - اور ۱۸۷۸ء میں ہارپر نے لکھا تھا کہ "ایسے موزوں دیسی افراد ملنا تقریباً ناممکن ہے جو مُبشّر کا کام کر سکیں"۔ تاہم ہارپر کے نومسیحیوں کے وسیلہ سے خُدا نے کرم چند اور گوپال چند کو برپا کیا کہ مُبشّروں کی حیثیّت سے سیالکوٹ میں خدمت کریں اور سکولوں میں احسن طور سے مذہبی تعلیم دیں - خُدا نے اِمام الدین جیسے لائق شخص کو مسیحی اُستاد کے طور پر اِستعمال کیا - اور ہدایت اللہ نے اِسی طرح اے - پی مشن میں خدمت کی - محمد حنیف نے مسیحی ادب کے میدان میں پوری کلیسیا کے لئے مُفید کام کیا - اِن سب نے پنجاب کی کلیسیا کی تعمیر اور ترقی میں اپنا اپنا حصہ ادا کیا -

۴- کلیسیا کی دس سالہ تیز رفتار ترقی پر نظر ڈالتے ہُوئے ینگسن ۱۸۹۵ء میں لکھا کہ

"یہ سکول ہیں جہاں سے وُہ نومسیحی آئے ہیں جو آج اپنے ہم وطنوں میں ہمارے کامیاب مشنری ہیں - لگتا ہے کہ یہ مالک کی مرضی تھی کہ جیسا ابتدائی کلیسیا میں ہُوا کہ چند ایک کو چُن لیا جائے تاکہ وُہ بہتوں کو بُلائیں - اور وُہ جو اپنی اعلیٰ ذات پر فخر کرتے تھے وُہ اپنے اعزاز اور اِستحقاق کو چھوڑیں اور اُن غریبوں میں انجیل کی

منادی کریں جن کی کوئی ذات نہیں"۔

یہ سطور لکھتے وقت بینکسن خاص ہارپر کے نومسیحیوں کے بارے میں ہی نہیں سوچ رہا تھا بلکہ اُس کے سامنے وُہ دُوسرے بھی تھے جن کے ایمان لانے میں مسیحی سکولوں نے حِصّہ ادا کیا تھا۔ مثلاً امرتسر کا نتھو مل اور گجرات کا ٹھاکر داس، جنہوں نے مظلوم اور دبے ہوئے طبقوں میں نہایت مؤثر بشارتی خدمات سرانجام دیں۔ ہارپر کے نومسیحیوں نے ایک ترقی پذیر کلیسیا میں حِصّہ ادا کیا مگر ایسے نمایاں طور پر نہیں۔

باب ٦

ہارپر کی دُوسری سرگرمیوں کی چند جھلکیاں

ہم نے ہارپر کے اِس کام کو کافی تفصیل سے دیکھا ہے جس کے لئے اُنھوں نے اپنے زیادہ وقت اور قوتوں کو وقف کر رکھا تھا اور اس کے نتائج بھی دیکھے ہیں۔ اُن کے کام کے دُو اَور پہلو بھی تھے جو پنجاب کی کلیسیا کے مُستقبل کے لئے اہم تھے۔ ڈسکہ کے علاقہ میں بشارت اور ہنٹر میموریل کلیسیا میں ترقیاتی کام —— ہم اِن کاموں کا جائزہ الگ الگ ابواب میں پیش کریں گے۔ یہاں ہارپر کی دُوسری سرگرمیوں کی مختصر جھلکیاں پیش کرنے پر اِکتفا کریں گے۔

بازاری منادی

بازاری منادی ہفتہ کے دَوران ہارپر کی باقاعدہ سرگرمیوں میں سے ایک کام تھا جسے وُہ اپنے منادوں کے ساتھ مِل کر سرانجام دیتے تھے۔ ذیل میں ۱۸۸۳ء میں اُن کے معمُول کا بیان ہے:

"اِس سال کے دَوران بازاری منادی کا بیشتر کام گوپال چند، کرم چند اور مسٹر ہارپر نے سرانجام دِیا ہے۔ گوپال چند روزانہ بُک شاپ کے برآمدہ میں اور بازار کے دُوسرے حِصّوں پر کھڑے ہو کر منادی کرتا ہے۔ مسٹر ہارپر عموماً سہ پہر کو گوپال چند کے ساتھ جاتے اور شہر کے مختلف حِصّوں میں سامعین سے خطاب کرتے ہیں۔ کرم چند ہفتہ میں اوسطاً تین دِن چھاؤنی میں منادی کرتا ہے۔ مسٹر

ہارپر اکثر اُس کے ساتھ جاتے تھے۔ سوائے اِکادُکا متلاشی کے بازاری منادی کا اور کوئی نتیجہ نہیں نِکلا"۔

جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے چھاؤنی میں فوجیوں کی طرف سے مخالفت ہوتی تھی۔ ۱۸۸۲ء میں "بغداد کا ایک مولوی کُچھ مہینوں تک باقاعدگی سے مسیحیت کے خِلاف منادی کرتا رہا"۔ اُس نے شہر میں "خاصی ہلچل پیدا کردی"۔ ہارپر نے بازاری منادی کے بارے میں ۱۸۸۵ء میں اپنے احساسات کو مختصراً یُوں بیان کیا ہے:

"جہاں تک ہم دیکھ سکتے ہیں، مجموعی نتیجہ حوصلہ شکن رہا ہے"۔

بُک شاپ

کرم چند کے تعلق سے ہم نے بُک شاپ کا ذِکر پہلے بھی کیا ہے۔ ۱۸۸۳ء میں ہارپر نے رپورٹ دی کہ مَیں ہر اُس گاؤں میں نئے عہدنامہ کا ایک یا دو نسخے چھوڑنے کی کوشش کر رہا ہُوں جہاں لوگ پڑھ سکتے ہوں۔ اگلے سال ۸۰ کتابیں جِن میں زیادہ تر نئے عہدنامے تھے مُفت تقسیم کی گئیں۔ ۱۸۸۵ء میں ۵ بائبلیں، ۱۱ نئے عہدنامے، ۶۸۹ پاک کلام کے حِصّے اور ۱۱۲۸ مذہبی کتابیں اور ٹریکٹ فروخت ہُوئے۔

گوندل اور وہاں کا سکُول

گوندل ایک ہندو گاؤں تھا جو سیالکوٹ سے تقریباً ۱۰ میل شمال کی طرف واقع ہے۔ ۱۸۷۹-۸۰ء میں کرم چند کے ساتھ گشت کے نتیجہ میں ہارپر نے وہاں ایک پرائمری سکُول کھولنے کا منصُوبہ بنایا۔ اُنھوں نے ۱۸۸۰ء میں کرم چند اور دو سال بعد گوپال چند کو وہاں تعینات کیا۔ بعد ازاں ۱۸۸۴ء میں سموئیل رابرٹس کی خِدمات حاصل کیں۔ وُہ

"ادھیڑ عُمر کے تجربہ کار مناد، اچھّے تعلیم یافتہ، لائق اور بُلند مسیحی کردار کے حامل شخص ہیں۔"

رابرٹس نے گوندل کو اپنے مرکز کے طور پر استعمال کیا۔ وُہ آس پاس کے گاؤں میں منادی بھی کرتے تھے۔ گاؤں والوں نے مشن کو رابرٹس کے لئے رہائش اور سکول کے کمرہ کے لئے مُفت جگہ اور ایک ہندو مُعاون فراہم کیا۔ اُنہوں نے تیس ۳۰ روپیہ کی زمین بھی خرید کر تحفتاً مشن کو دی۔ وقت آنے پر وہاں ایک سکول اور ماسٹر کا مکان تعمیر کیا گیا۔ ۱۸۸۴ء میں اِس سکُول میں ۴۵ لڑکے تھے۔ ہارپر محسُوس کرتے تھے کہ یہ فقط شرُوع ہے:

"مَیں نوجوان ذہنوں کی مُسلسل اور باقاعدہ تربیّت پر یقین رکھتا ہُوں۔ اپنے علاقہ میں ہر جگہ لائق اور وفادار مناد رکھوں گا اور ان کے مرکزی گاؤں میں جہاں اُن کی رہائش ہوگی ایک ایک سکول قائم کروں گا۔"

چیپلن کا کام

۱۸۸۱ء سے لے کر ۱۸۸۵ء میں ہارپر کے واپس جانے تک وُہ سیالکوٹ چھاؤنی میں دوبارہ چیپلن کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ اِتوار کی شام کو وُہ کرائسٹ چرچ میں فوجیوں کی عبادت اور بُدھ کی شام کو دُعائیہ میٹنگ کراتے تھے۔ تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ ۱۸۸۳ء میں تعداد ۹۰ تک پہنچ گئی۔ ۱۸۸۴ء میں کم ہو کر ۶۷ رہ گئی۔ ۱۸۸۲ء میں

"نئے سال سے پہلے کی شام کو ایک بڑی میٹنگ مُنعقد ہُوئی جس میں کرنل برنیس کی اپیل پر تقریباً ۱۵ آدمیوں نے کھڑے ہو کر پہلی دفعہ

"ادھیڑ عُمر کے تجربہ کار مناد، اچھّے تعلیم یافتہ، لائق اور بُلند مسیحی کردار کے حامل شخص ہیں۔"

رابرٹس نے گوندل کو اپنے مرکز کے طور پر اِستعمال کیا۔ وُہ آس پاس کے گاؤں میں منادی بھی کرتے تھے۔ گاؤں والوں نے مشن کو رابرٹس کے لئے رہائش اور سکول کے کمرہ کے لئے مُفت جگہ اور ایک ہندو معاون فراہم کیا۔ اُنہوں نے تیس ۳۰ روپیہ کی زمین بھی خرید کر تحفتاً مشن کو دی۔ وقت آنے پر وہاں ایک سکول اور ماسٹر کا مکان تعمیر کیا گیا۔ ۱۸۸۴ء میں اِس سکُول میں ۴۵ لڑکے تھے۔ ہارپر محسُوس کرتے تھے کہ یہ فقط شرُوع ہے:

"مَیں نوجوان ذہنوں کی مُسلسل اور باقاعدہ تربیّت پر یقین رکھتا ہُوں۔ اپنے علاقہ میں ہر جگہ لائق اور وفادار مناد رکھوں گا اور ان کے مرکزی گاؤں میں جہاں اُن کی رہائش ہوگی ایک ایک سکُول قائم کروں گا۔"

چیپلن کا کام

۱۸۸۱ء سے لے کر ۱۸۸۵ء میں ہارپر کے واپس جانے تک وُہ سیالکوٹ چھاؤنی میں دوبارہ چیپلن کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ اِتوار کی شام کو وُہ کرائسٹ چرچ میں فوجیوں کی عبادت اور بُدھ کی شام کو دُعائیہ میٹنگ کراتے تھے۔ تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ ۱۸۸۲ء میں تعداد ۹۰ تک پہنچ گئی۔ ۱۸۸۴ء میں کم ہو کر ۶۷ رہ گئی۔ ۱۸۸۲ء میں

"نئے سال سے پہلے کی شام کو ایک بڑی میٹنگ مُنعقد ہُوئی جس میں کرنل برنیس کی اپیل پر تقریباً ۱۵ آدمیوں نے کھڑے ہو کر پہلی دفعہ

مسیح کا اِقرار کیا اور نئی زِندگی بسر کرنے کے عزم کا اِظہار کیا"۔

ایک نوجوان سپاہی نے جس کا نام جان کمنگز تھا اور کرابنیرز سے تعلق رکھتا تھا اور جس کی فوجی مُدتِ مُلازمت ختم ہو رہی تھی بطور مشنری اپنی خِدمات پیش کیں۔ چنانچہ ۱۸۸۴ء میں ہارپر نے کارسپانڈنگ بورڈ کو تجویز پیش کی کہ جان کمنگز کو بطور غیر تربیّت یافتہ مشنری یا خاص دیہات میں کام کے لئے مُبَشّر مامُور کیا جائے اور اِسی حیثیّت میں وُہ مخصُوص شدُہ مشنری کے مُعاون کے طور پر بھی کام کرے۔ آغاز میں تنخواہ اَسّی (۸۰) پاؤنڈز سالانہ تجویز کی گئی۔ بورڈ نے اِس تجویز کی منظوُری دے دی، لیکن فارن مشن کمیٹی نے نامنظوُر کر دیا۔ غالباً اِس لئے کہ اُن کے پاس پیسوں کی کمی تھی۔

زنانہ کام اور لڑکیوں کے سکُول

بحیثیّت مَرد اپنی حد بندیوں کے ابتدائی تجربہ کے بعد ہارپر نے اس کام کی نِگرانی اپنی رفیقۂ حیات ازبیلا کے سپُرد کر دی۔ سیلی اسماعیل نے ۱۸۸۳ء تک گھر گھر جاکر عورتوں سے مِلنا جاری رکھا۔ پھر اُس نے مارک ڈی۔ این سِنگھ نامی ایک رَنڈوے سے شادی کر لی۔ اِس کے بعد زنانہ کام جاری نہ رہا۔

۱۸۷۷ء میں کارسپانڈنگ بورڈ کی طرف سے مسز ہارپر کو اِجازت مِل گئی کہ یتیم خانہ کی گرانٹ کے مبادلات کے محفوظ سرمایہ (exchange reserve) کو اِستعمال کر کے لڑکیوں کا ایک سکول کھول لے۔ اُس نے دو سکُول کھولے۔ ایک ہندوؤں کے لئے، دُوسرا مُسلمانوں کے لئے۔ کرم بند کے بپتسمہ کے بعد ہندو سکول عارضی طور پر بند ہو گیا۔ لیکن ۱۸۸۹ء میں دو سکُول، ایک مُسلم لڑکیوں کے

لئے جہاں سیلی اسماعیل پڑھاتی تھی۔ اور دُوسرا ہندو لڑکیوں کے لئے جہاں کریم بی بی پڑھاتی تھی چل رہے تھے۔ مُسلم سکول میں ۴۰ لڑکیاں اور ہندو سکول میں ۱۴ لڑکیاں تھیں۔

"چند دن ہُوئے سالانہ امتحان لیا گیا۔ سلائی، بُنائی اور کڑھائی کے کام کے نمونے بہت قابلِ تعریف تھے۔ طالبات نے پڑھائی، لکھائی، حساب اور جُغرافیہ کا امتحان بھی پاس کیا۔ سب سے اعلیٰ جماعت نے بارتھ کی تاریخ صحائف (Barth's Scripture History) میں سے سُوالوں کے بہت اچھے جواب دیئے۔ ان سب کو "بچوں کے صحائف کے سُوال و جواب" سے بھی واقفیت تھی۔ سکاٹ لینڈ کی چند نیک دل خواتین نے ایک پارسل بھیجا جو امتحان کے لحاظ سے وقت پر پہنچا۔ اس میں بہت سی خوبصورت اور کار آمد چیزیں تھیں جو تقسیم کی گئیں۔"

پیسوں کی کمی کے باعث ہندو سکول نے ۱۸۸۰ء میں دوبارہ بند کر دیا۔ دو سال بعد مُسلم سکول میں تعداد ۵۳ ہو گئی اور اسے ۱۰ روپیہ ماہانہ میونسپل گرانٹ ملنے لگی۔ ۱۸۸۳ء میں سیلی کی شادی کے بعد مسز امام الدین اُس کی جگہ ہیڈ ٹیچر مُقرر ہُوئی جو غالباً ہارپر کے اِسی نام کے نومسیحی کی اہلیہ تھی۔ اُس کے ساتھ دو مُسلم مُعاون تھیں۔

لڑکیوں کا یتیم خانہ

۱۸۷۵ء میں ہارپر نے چار یتیم لڑکیوں کو بپتسمہ دیا۔ ہر لڑکی نے خُود درخواست کی تھی۔ اُنہوں نے تسلّی کر لی تھی کہ یہ اُس خصُوصیت کو سمجھتی ہیں جس کا تقاضا بپتسمہ کرتا ہے۔ وُہ یتیم خانہ کے مستقبل پر بھی نظریں لگائے ہُوئے تھے جب کہ وُہ ترقی کر کے مسیحی لڑکیوں کے لئے بورڈنگ سکول بن جائے گا۔ ۱۸۷۷ء میں اُنہوں

لئے جہاں سیلی اسماعیل پڑھاتی تھی۔ اور دُوسرا ہندو لڑکیوں کے لئے جہاں کریم بی بی پڑھاتی تھی، چل رہے تھے۔ مُسلم سکول میں ۴۰ لڑکیاں اور ہندو سکول میں ۱۴ لڑکیاں تھیں۔

"چند دن ہُوئے سالانہ امتحان لیا گیا۔ سِلائی، بُنائی اور کڑھائی کے کام کے نمُونے بہت قابلِ تعریف تھے۔ طالبات نے پڑھائی، لکھائی، حساب اور جُغرافیہ کا امتحان بھی پاس کیا۔ سب سے اعلیٰ جماعت نے بارتھ کی تاریخِ صحائف (Barth's Scripture History) میں سے سُوالوں کے بہت اچھے جواب دیئے۔ اِن سب کو "بچوں کے صحائف کے سُوال و جواب" سے بھی واقفیت تھی۔ سکاٹ لینڈ کی چند نیک دِل خواتین نے ایک پارسل بھیجا جو امتحان کے لحاظ سے وقت پر پہنچا۔ اِس میں بہت سی خُوبصُورت اور کار آمد چیزیں تھیں جو تقسیم کی گئیں"۔

پیسوں کی کمی کے باعث ہندو سکول نے ۱۸۸۰ء میں دوبارہ بند کر دیا۔ دو سال بعد مُسلم سکول میں تعداد ۵۳ ہو گئی اور اِسے ۱۰ روپیہ ماہانہ میونسپل گرانٹ ملنے لگی۔ ۱۸۸۳ء میں سیلی کی شادی کے بعد مسز امام الدین اُس کی جگہ ہیڈ ٹیچر مُقرر ہُوئی جو غالباً ہارپر کے اِسی نام کے نو مسیحی کی اہلیہ تھی۔ اُس کے ساتھ دو مُسلم مُعاون تھیں۔

لڑکیوں کا یتیم خانہ

۱۸۷۵ء میں ہارپر نے چار یتیم لڑکیوں کو بپتسمہ دیا۔ ہر لڑکی نے خُود درخواست کی تھی۔ اُنہوں نے تسلّی کر لی تھی کہ یہ اُس مخصُوصیت کو سمجھتی ہیں جس کا تقاضا بپتسمہ کرتا ہے۔ وُہ یتیم خانہ کے مُستقبل پر بھی نظریں لگائے ہُوئے تھے جب کہ وُہ ترقّی کر کے مسیحی لڑکیوں کے لئے بورڈنگ سکول بن جائے گا۔ ۱۸۷۷ء میں اُنہوں

نے لیڈیز ایسوسی ایشن کو منتقلی کے لئے کارسپانڈنگ بورڈ سے نئے قوانین منظور کرالئے۔ ان میں سے پہلا قانون یہ تھا:

"اِس ادارہ کا سب سے بڑا مقصد چرچ آف سکاٹ لینڈ مشن کی مسیحی لڑکیوں کی تعلیم ہوگا۔"

وُہ اِس بات پر بھی تیار تھے کہ یتیم لڑکیوں کو یہاں لیتے رہیں گے۔ دُوسری مشنوں کی لڑکیوں کو بورڈر (رہائشی) کے طور پر قبول کریں گے اور مسیحی اور غیر مسیحی طالبات کو ڈے سکالر کے طور پر داخل کریں گے۔

اکتوبر ۱۸۷۸ء میں مسز روَل کا پنج سالہ مُعاہدہ ختم ہونے کو تھا۔ اُس نے واضح کر دیا کہ مَیں انگلستان واپس جاؤں گی۔ بورڈ نے یتیم خانہ کے مُستقبل پر غور کرنے کے لئے اجلاس بُلایا۔ کیپٹن میک فارلین صدارت کر رہے تھے۔ جو دُوسرے ممبران حاضر تھے وُہ صرف میجر بروس اور دونوں مشنری تھے۔ خواتین کی ایسوسی ایشن نے مسز ہارپر کو چارج لینے کو کہا۔ وُہ اِس بات کو مان گئیں۔ کیپٹن میک فارلین نے تجویز پیش کی کہ مسز ہارپر کی پیش کش قبول کر لی جائے اور ان سے درخواست کی جائے کہ دُو سال تک اِسے آزمائیں۔ ہارپر نے تجویز کی تائید کی۔ ینگسن نے اصرار کیا کہ یتیم خانہ اُس وقت تک لائق طور پر نہیں چلایا جا سکتا جب تک اِس کا کوئی سربراہ مُکمل نگرانی کے لئے ہر وقت موقع پر موجُود نہ رہے اور تجویز پیش کی کہ یتیم خانہ بند کر کے اِسے ڈے سکُول بنا دیا جائے۔ میجر بروس نے اِس تجویز کی تائید کی۔ ہارپر نے توجّہ دِلائی کہ مسیحی خاندان ــ چھاؤنی، شہر، ڈسکہ اور بارہ پتھر میں بھی ــ کیسے بکھرے ہوئے ہیں اور کہا کہ ڈے سکُول ناقابلِ عمل ہوگا۔ اگر اِسے بورڈنگ سکُول کے طور پر چلایا جائے تو امریکن مشن تیار ہے کہ ایک خاتون کو مسز ہارپر کی مُعاون کے طور پر مُقرر کر دیا جائے۔ لیکن

ینگسن نے اپنی تجویز واپس لینے سے انکار کر دیا۔ اور یہ بات ایک کے مقابلہ میں دو ۲ ووٹوں سے منظور ہو گئی کیونکہ چیئرمین صرف فیصلہ کن ووٹ رکھتا تھا! چنانچہ یتیم خانہ بند کر دیا۔ باقی ۱۱ یتیم لڑکیوں میں سے ۶ کی شادیاں کر دی گئیں اور ۵ کو کلکتہ کے ایک یتیم خانہ میں بھیج دیا گیا۔

ہارپر آسانی سے ہار ماننے والے نہیں تھے۔ ایک مہینہ بعد وہ پھر اس تجویز کے ساتھ بورڈ پر موجود تھے کہ یتیم خانہ کو لڑکیوں کے بورڈنگ سکول میں تبدیل کر دیا جائے۔ مسز ہارپر انچارج ہوں گی اور ایک مقامی معاون سکول میں رہائش رکھے گی۔ اس تجویز کی حمایت میں یو۔پی پریسبیٹری کی ایک رُوداد پیش گئی جس میں وعدہ کیا گیا تھا کہ وہ اپنی لڑکیوں کو اس سکول میں بھیجیں گے۔ نیز یہ پیش کش بھی تھی کہ ایک یو۔پی مشنری خاتون جز وقتی معاون کے طور پر کام کرے گی۔ ینگسن نے اس خیال پر اجتماع کیا کہ کوئی مقامی عورت رہائشی معاون ہو۔ لیکن اس دفعہ بورڈ نے یہ منصوبہ منظور کر لیا اور یہ تجویز سکاٹ لینڈ میں خواتین کی ایسوسی ایشن کو بھیج دی۔ لیکن ہم دیکھیں گے کہ ۱۸۷۹ء کے دوران سکولوں میں تعاون اور اثر و رسوخ کے حلقوں کے بارے میں یو۔پی مشن کے ساتھ مذاکرات ناکام ہو گئے۔ ایک دوسرے کے خلاف بُرے احساسات بھی پیدا ہوئے اور ہارپر کی یہ سکیم بھی ڈھیر ہو گئی۔ ۱۸۹۲ء تک یہ کام نہ ہو سکا۔ اُس وقت (۱۸۹۲ء میں) میدان میں کچھ لیڈیز مشنری تھیں اور سکاٹس مشن نے ایک دوسری جگہ لڑکیوں کا بورڈنگ سکول کھولا۔

۱۸۸۲ء میں یتیم خانہ کی عمارت بیچ دی گئی۔ جموں کے دیوان سے ایک پیش کش آئی۔ لیکن ہارپر محسوس کرتے تھے کہ وہ تکلیف دہ پڑوسی ثابت ہو گا، اس لئے انہوں نے اس پیش کش کی منظوری منسوخ کروا دی۔ اگست میں ہارپر نے بورڈ کو

رپورٹ دی کہ خواتین کی ایسوسی ایشن کی رضامندی سے یہ جائیداد ۴۰۰۰ روپیہ کے عوض امریکن یو۔پی مشن کو فروخت کر دی گئی ہے۔ فروخت کے اخراجات کے لئے ہارپر کو صرف ۱۵۰ روپیہ رکھنے کی اجازت دی گئی۔ بقیہ رقم کلکتہ کے یتیم خانہ کو بھیج دی گئی۔ امریکنوں نے لال کوٹھی یتیم خانہ میں اپنے ایک مشنری کو مقیم کیا۔ پھر وقت آیا کہ انہوں نے اِس ادارہ کو لڑکوں کے بورڈنگ سکول میں بدل دیا جو سی۔ ٹی۔ آئی (کرسچن ٹریننگ انسٹیٹیوٹ) کے نام سے مشہور ہُوا۔

یُو۔پی مشن کے ساتھ مزید مذاکرات

ہارپر کے مشورہ پر ۱۸۶۹ء کے موسم بہار میں سکاٹس اور امریکن مشنریوں کی ایک کانفرنس منعقد ہُوئی جس میں ہارپر اور ینگسن دونوں حاضر تھے۔ اِس کا مقصد یہ تھا کہ ہمیشہ کے لئے فیصلہ کر لیا جائے کہ دونوں مشنیں کون کون سے علاقوں میں کام کریں گی۔ امریکن مشنریوں نے تجویز پیش کی کہ ہماری مشن اپنا شہر والا سکول اور سیالکوٹ شہر کے اندر مردوں کے درمیان سارا منظم کام سکاٹس مشن کو دے دے۔ اور چرچ آف سکاٹ لینڈ سارے سیالکوٹ ضلع میں اپنا منظم کام امریکن مشن کے سپرد کر دے۔ ہارپر کی تجویز یہ تھی:

۱۔ سیالکوٹ شہر میں مردانہ آبادی کی غیر مذہبی تعلیم چرچ آف سکاٹ لینڈ مشن کو دے دی جائے۔ اور اِس سے متعلق سنڈے سکول کی نگرانی بھی چرچ آف سکاٹ لینڈ مشن کرے۔ اور سنڈے سکول کا کام دونوں مشنیں مل کر سرانجام دیں۔ شہر کے اندر باقی سارا بشارتی کام مشترکہ ہو۔

۲۔ وزیر آباد روڈ کے شمال میں واقع سیالکوٹ کا علاقہ چرچ آف سکاٹ لینڈ

مِشن کا میدان سمجھا جائے اور اِس کے جُنوب کا سارا علاقہ امریکن یُو-پی مِشن کا میدان سمجھا جائے۔

صاف معلُوم ہوتا ہے کہ ہارپر کی تجویز سیالکوٹ تحصیل میں کام کرنے تک محدُود تھی۔ وُہ ڈسکہ میں کام سے دستبردار ہونے کی تجویز نہیں دے رہے تھے۔ ۷ اپریل کو کارسپانڈنگ بورڈ نے کہا کہ ہمارے خیال میں صرف ہارپر ہی کی تجویز قابلِ عمل ہے۔ ۱۸ اپریل کو کانفرنس نے اِس پر اتفاق کر لیا۔ یہ تجویز سکاٹ لینڈ میں کمیٹی کو بھیج دی گئی۔ کمیٹی نے جواب دینے میں تاخیر کی۔ اگست میں یُو-پی مشنریوں نے کارسپانڈنگ بورڈ پر دباؤ ڈالا کہ حتمی جواب دیا جائے۔ بورڈ نے عمُومی منظُوری دے دی بشرطیکہ یُو-پی مشنری دو باتوں پر اتفاق کریں۔

۱۔ سنڈے سکُول کو چلانا چرچ آف سکاٹ لینڈ کی مُستقل ذمّہ داری نہیں ہوگی۔ بورڈ کی سفارش تو ہوگی کہ ایسا کیا جائے۔ لیکن "یہ بات قرینِ مَصلحت ہے کہ کوئی ایسی ذمّہ داری قبول نہ کی جائے جس سے یہ مِشن کسی طرح بھی کسی دُوسری مِشن کے ماتحت آ جائے۔

۲۔ وزیرآباد روڈ وُہ سڑک ہے جو سیدھی شہر کو جاتی ہے۔ اُگوکی کے مقام سے اِس سڑک سے ایک شاخ کے طور پر نکلتی ہے جو سیدھی چھاؤنی کو جاتی ہے۔

امریکن مشنریوں نے بڑی خفگی سے اِن تشریحات کو ماننے سے انکار کر دیا۔

۱۔ ہارپر نے کانفرنس میں خُود بیان کیا تھا کہ "طالبِ علموں کی مذہبی

تعلیم کی آدھی ذمّہ داری امریکن مشن کے پاس رہے گی"۔ امریکن اسی بات پر اڑے رہے کہ کانفرنس نے اِس تجویز پر اتفاق رائے کیا تھا۔

۲- امریکن سمجھتے تھے کہ وزیر آباد روڈ وُہ سڑک ہے جو سیدھی چھاؤنی کو جاتی ہے۔ حکومت نے چھاؤنی میں ایک پُل کی مُنڈیر پر اس سڑک کو یہ نام دیا ہؤا تھا۔ "ہم مسٹر ینگسن سے درخواست کرتے ہیں کہ وُہ بتائیں کہ وُہ 'وزیر آباد روڈ' سے کیا مُراد لیتے ہیں۔ ہمیں اِن پر انتہائی اِعتماد ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ وُہ وُہی کچھ بیان کریں گے جو اُس وقت سمجھتے تھے"۔

امریکن شاید ینگسن پر اِعتماد کرتے تھے۔ مگر وُہ محسُوس کر رہے تھے کہ ہار پر نے سیدھی بات نہیں کی ہے۔ اُن کو اِس بات پر تلخی محسُوس ہو رہی تھی۔

"اگر مذاکرات میں ناکامی ہوُئی تو ہم رُوداد میں درج کراتے ہیں کہ جب تک پادری ولیم ہارپر سیالکوٹ کے علاقہ میں سکاٹ مشن کے سربراہ ہیں ہم اِس علاقہ میں مشن کے کام کی تقسیم کے مُعاملہ میں پھر کبھی کانفرنس میں شریک نہیں ہوں گے۔ اِس لئے کہ ایک سادہ سے باہمی سمجھوتے پر پہنچنے کے سِلسلہ میں یہ دُوسری ہتک آمیز ناکامی ہوگی"۔

کہنے کی حاجت نہیں کہ سمجھوتا نہ ہوسکا اور اپریل ۱۸۸۰ء میں بورڈ نے اِتفاق رائے سے فیصلہ کیا کہ اِس مُعاملہ کو بالکل ترک کر دیا جائے۔

ہارپر مشن کے سیکرٹری کی حیثیت میں

اِس میں شک نہیں کہ مشن کے سَربراہ کی حیثیّت میں ہارپر ایک مُطلق العنان شخص تھے۔ تاہم جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے کہ وُہ ہمیشہ اپنی مرضی نہیں کر سکتے تھے۔ اُن کو کارسپانڈنگ بورڈ کی حیثیّت اور مرتبہ کا بہت احساس رہتا تھا کہ اُس کے اختیار کی کِسی صُورت خِلاف ورزی نہ ہونے پائے۔ اگست ۱۸۷۹ء میں بورڈ نے ینگسن کو اجازت دی کہ گجرات کے سکولوں کے بارے میں فارن مشن کمیٹی کو لِکھیں لیکن جب جواب براہِ راست ینگسن کو بھیجا گیا تو ہارپر نے بورڈ سے اُسے رَدّ کروا دیا۔ جب بیلی نے وزیر آباد کے حِساب میں ۳۰ روپے بچائے تو ہارپر نے کوشش کی کہ بورڈ اِس رقم کو سیالکوٹ کے حِساب میں منتقل کر دے۔ جب اِس میں ناکامی ہُوئی تو اُنہوں نے بورڈ سے تصدیق کروائی کہ

"مُستقبل میں اگر کوئی رقم اِس طرح بچائی گئی جیسے وزیر آباد میں تو یہ مشن کو واپس کی جائے گی اور کسی ایسے طریقے سے خرچ نہیں کی جائے گی جس کی منظوری بورڈ نے نہ دی ہو"۔

جب بمبئی بنک کے کرایہ کے سِلسلہ میں بیلی نے فارن مشن کمیٹی سے براہِ راست مذاکرات کرنے کی کوشش کی تو ہارپر نے ناراضگی کا اِظہار کیا کہ بحیثیّت بورڈ کے سیکرٹری یہ میرے نام پر "داغ" ہے۔ بعض اوقات ہارپر تباہ کُن رُوداد لِکھتے تھے۔ مثلاً یہ رُوداد جب چمبہ کے ہیچیسن، دوبارہ بورڈ پر آئے۔

"مسٹر ینگسن نے گجرات اور وزیر آباد کے لئے اپنے تخمینے پیش کیے۔ مِسٹر ہارپر نے گجرات کے تخمینوں میں ایک مد

پر اِعتراض کیا، جس سے مسٹر ینگسن نے اِتفاق کیا تو ڈاکٹر بجیسن نے اِس نقطہ پر ایک غیر مُتعلق بحث چھیڑ دی اور بورڈ مسٹر ینگسن کے تخمینوں پر دوبارہ غور کئے بغیر برخاست ہوگیا۔"

باب ۷

ڈسکہ کے علاقہ میں بشارتی کام

پنجاب میں اپنی خدمت کے ابتدائی سالوں کے دوران ہارپر کو دوسرے درجے کے کارندوں کو برداشت کرنا پڑا - ان میں سے ایک یعقوب تھا جو اصل میں بارہ پتھر میں لڑکوں کے یتیم خانہ سے آیا تھا اور سمبڑیال میں تعینات تھا - وہ بازاری منادی کرنے میں غیر مؤثر تھا - وہ بلاشبہ ایسا شخص نہیں تھا جسے کسی ایسی جگہ اکیلا چھوڑ دیا جائے جہاں کام کی داغ بیل ڈالنی ہو - ۱۸۷۴ء میں ہارپر نے اُس کا تبادلہ وزیر آباد کر دیا جہاں وہ اپنا کچھ کام مسیحی سکول میں کر سکتا تھا - ۱۸۸۱ء میں ینگسن نے اُس کا تبادلہ گجرات کر دیا - ۱۸۸۳ء میں اُس نے اور اُس کے خاندان نے کلیسیا کو خیرباد کہہ دیا - ہمیں اُن کی "برگشتگی" کی تفصیل کا علم نہیں، مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے -

نتھومل کا تعلق امرتسر سے تھا - وہ اعلیٰ ہندو ذات سے مسیحی ہوا تھا - جب ہارپر سیالکوٹ آئے تو نتھومل وہاں تعینات تھا - وہ ایک قابل مقرر اور شخصی سطح پر کام کرنے میں مؤثر تھا - وہ ہارپر کے منادوں میں بہترین تھا - ہم نے دیکھا ہے کہ کرم چند کے مسیحی ہونے کے سلسلہ میں خدا نے اُس کو اہم وسیلہ بنایا تھا - ۱۸۸۲ء میں وہ اُن تین طلباء میں شامل تھا جو مسیحی خدمت میں آنے کے لئے علم الٰہیات پڑھ رہے تھے - ان میں سے وہ پہلا تھا جس کی اپریل ۱۸۸۶ء میں مخصوصیت ہوئی - اگر ہارپر اس لائق اور قابلِ اعتماد کارندہ کو اپنے پاس سیالکوٹ ہی میں رکھ لیتے تو ہم اُن کو معذور رکھتے - لیکن اُنہوں نے دلیرانہ

اِقدام کرتے ہُوئے اُسے سمبڑیال بھیج دِیا۔ نتھومل ایسا شخص تھا جو خود بخود کام جاری رکھ سکتا تھا۔ گو وُہ وقتاً فوقتاً سیالکوٹ میں ہوتا تھا اور بعض اوقات ہارپر کے ساتھ ڈسکہ کے عِلاقہ میں گاؤں اور قصبوں کے دَورے پر جایا کرتا تھا مگر یہ نتھومل کا صبر آزما اور محنت طلب ابتدائی کام تھا جو بالآخر پھل لایا۔ وُہ اعلیٰ طبقوں میں منادی کرتا تھا۔ اِن طبقوں سے بہت سے افراد متلاشی ہُوئے۔ جن میں براہمن اور سِکھ بھی شامِل تھے۔ لیکن جو واحِد نو مسیحی بپتسمہ کے لئے آگے آیا وُہ ایک نَوجوان مُسلمان تھا۔ ڈسکہ کے ایک ۱۷ سالہ طالبِ علم رحیم بخش نے "طویل تلاش و جُستجو اور کُچھ فِطری ہچکچاہٹ کے بعد کلیسیا میں شمولیت اِختیار کی"۔ ہارپر نے ۲۰ اپریل سنہ ۱۸۷۹ء کو اُسے ہنٹر میموریل چرچ میں بپتسمہ دیا۔ بپتسمہ کے بعد اُسے ڈسکہ میں محکمہ ڈاک میں نوکری مِل گئی۔

لیکن نتھومل ادنیٰ طبقوں میں بھی منادی کرتا تھا۔ مسیحی ہونے کے بعد اُس نے اپنی سابِق ذات کے اعزازات کو ترک کر دیا تھا۔ معلُوم ہوتا ہے کہ اُسے سادہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں کے قریب جانے کی خاص نعمت حاصِل تھی۔ وُہ پَیدل سَفر کر کے دُوسروں کے علاوہ ادنیٰ طبقوں سے بھی مِلتا ہے جو گاؤں کے باہر الگ گھروں میں رہتے ہیں۔ اُن کو اِنجیل سے اُس نجات دہندہ کی کہانیاں سُناتا ہے جو "غریبوں کو خوشخبری سُنانے" کے لئے آیا تھا اور اُن لوگوں کے ساتھ کھانے پینے کو تیار تھا جن کو اُس کے زمانہ کے مُعاشرہ نے رَد کر دیا تھا۔ ہارپر کو غریبوں اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے کوئی خاص شوق اور گرم جوشی نہ تھی۔ اُنہیں شک ہوتا تھا کہ وُہ دُنیاوی نیّت سے آگے آتے ہیں۔ وُہ خود اِتنے ذہین اور عاقِل تھے کہ کم ذہین اور کم عقل لوگوں کو سمجھ نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے نتھومل کی محنتوں سے کوئی فَصل حاصِل نہ کی۔ مگر ایک بات اہم ہے

کہ ہارپر نے نتھو مل کو نمایاں آزادی دے رکھی تھی اور اُسے دس سال سے زیادہ عرصہ تک ایک ہی علاقہ میں رکھا۔ ہم دیکھیں گے کہ ہارپر کے جانے کے بعد فصل بڑی تیزی سے حاصل ہوئی اور نتھو مل نے فصل جمع کرنے میں اپنا حصّہ ادا کیا۔

دِتّ کے مسیحی ہونے سے ہارپر آگاہ تھے۔ دِتّ کے ایمان لانے سے یُو۔پی۔مشن کے جنوب مشرقی علاقہ میں جو سیالکوٹ سے کوئی ۶۰ کلومیٹر دُور تھا ایک "عوامی تحریک" شروع ہوگئی۔ ۱۸۷۵ء کے موسمِ بہار میں اُنہوں نے لکھا کہ:۔

"سیالکوٹ کے جنوب میں امریکن مشن کے میدان کا ایک دُور افتادہ علاقہ ہے۔ وہاں ایک قابلِ ذکر تحریک شروع ہوگئی ہے۔ اِس تحریک سے ہماری اُمیدیں اُبھری ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا ایک کسان بپتسمہ پانے کی غرض سے مسٹر مارٹن کے پاس آیا۔ مجھے یقین ہے کہ اُس نے پہلی دفعہ انجیل گشتی منادی کے ذریعہ سُنی تھی۔ وُہ سچائی کا نُور اور خُدا کی برکت اپنے ساتھ لئے ہوئے تھا۔ گزشتہ سال کے دَوران اُسی کے علاقہ سے پچاس سے زائد افراد بپتسمہ پانے آئے ہیں اور مسیحی ہوکر اپنے گاؤں اور پیشوں میں واپس گئے ہیں۔ وُہ مسیح کی خاطر لعن طعن اُٹھا رہے ہیں۔ وُہ مشن سے نہ تو کوئی اِمداد مانگتے ہیں نہ انہیں ملتی ہے۔ مَیں اِس بات کا ذکر صرف وقت کے نشان کے طور پر کر رہا ہُوں، اور یہ واقعی بہُت حوصلہ افزا نشان ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے مقامی مسیحیوں میں خُود انحصاری اور خُود مختاری ہو۔ اور اِس مثال سے ثابت ہوتا ہے کہ اب یہ

> بات مُمکن ہو گئی ہے یا کم سے کم بعض علاقوں کے کاشتکار
> طبقوں میں ممکن ہے۔"

البتہ یہ بات قابلِ غور ہے کہ ہارپر نے اِس موضوع کا دوبارہ ذِکر نہیں کیا۔ مندرجہ بالا الفاظ لکھنے کے چھ ماہ بعد اُنہوں نے اپنی اوّلین ترجیح کا فیصلہ کر لیا ——— "سکولوں میں مذہبی تعلیم کے وسیلہ سے اعلیٰ طبقوں کے طالبِ علموں کو جیتا جائے کہ وُہ عقل اور سمجھ کے ساتھ مسیحی ایمان میں آئیں۔ جب ایک دفعہ اُنہوں نے یہ فیصلہ کر لیا تو اُنہیں ادنیٰ طبقوں میں کام سے کوئی خاص دِلچسپی نہ رہی۔

ڈسکہ کے اِردگِرد کا علاقہ سیالکوٹ کے شمالی علاقہ سے زیادہ گُنجان آباد تھا۔ ہارپر نے ۱۸۸۵ء میں اندازہ لگایا کہ یہاں کی آبادی ۸۱،۰۰۰ نفوس سے زیادہ ہے۔ یہاں دو بڑے قصبے تھے۔ ایک جامکے جو سِکھوں کا مرکز تھا۔ یہاں کی آبادی ۱۳،۰۰۰ تھی۔ دُوسرا ڈسکہ جس کی آبادی ۹۰۰۰ تھی۔ اگرچہ دَورہ کرنے کے لحاظ سے مِشنری کے لئے سمبڑیال زیادہ باسہولت جگہ تھی مگر ہارپر بہت جلد اِس نتیجہ پر پُہنچا کہ اُن کے مُبشّر کے لئے ڈسکہ بہتر جگہ ہے۔ ۱۸۸۵ء میں ہارپر نے نتھومل کو ڈسکہ بھیج دِیا۔ غالباً وہاں اُس کے لئے ایک مکان کرایہ پر لیا۔ لیکن مُمکن ہے کہ پہلے وُہ اُس مکان میں رہا جو منڈراں والے میں مِشن کی مِلکیّت تھا۔ منڈراں والا ڈسکہ سے ایک میل مغرب میں واقع ہے۔ گوجرانوالہ میں جو امریکن تھے انہوں نے فوراً اِعتراض کیا کیونکہ یُو۔ پی مِشن والے ڈسکہ کو اپنا علاقہ سمجھتے تھے۔ اور اُن کے دو کارِندے وہاں تعینات تھے

> "پادری جے۔ میکی اُس وقت پیچھے ہٹ گئے جب انہوں نے
> جان لیا کہ مِسٹر ہارپر نے ڈسکہ میں اپنا آدمی رکھنے کی ٹھان رکھی
> ہے۔ خواہ کِتنا بھی ہنگامہ کیوں نہ ہو"۔

سنہ ۱۸۸۰ء میں بورڈ نے فیصلہ کیا کہ سمبڑیال اور منڈراں والا میں اپنے مکان بیچ دئے جائیں۔ اور سنہ ۱۸۸۴ء میں فیصلہ ہُوا کہ ڈسکہ میں جائیداد خریدی جائے۔ اِس کا کُچھ حصّہ رہائش کے لئے نتھو مل کے ہاتھ فروخت کر دیا جائے۔ اگر وُہ بعد میں اسے بیچنا چاہے تو حقِ شفعہ کی شرط رکھی جائے۔

سنہ ۱۸۷۷ء میں ہارپر نے نتھو مل کے لئے ایک مُعاون رکھنے کی کوشش کی اور گلاسفورڈ کی پیرش نے ایک مناد کا خرچ ادا کرنے کی ذمّہ داری قبول کر لی بشرطیکہ ایسا شخص مل جائے۔ ہارپر نے رپورٹ دی:

"کافی مُشکل اور تاخیر کے بعد مجُھے اس اسامی کے لئے ایک نوجوان مل گیا۔ لیکن ایک ہی مہینہ کے بعد مجُھے اُس کو برخاست کرنا پڑا۔ مناد کا کام کرنے کے لئے مقامی کارِندے تلاش کرنا تقریباً ناممکن ہے۔"

نتھو مل نے باقاعدہ کام کرنے کا اپنا ایک انداز قائم کر لیا۔ سردیوں کے موسم میں وُہ اپنے علاقہ میں گشت کرتا۔ ہر مہینے وُہ اوسطاً ۴۵ گاؤں کا دَورہ کرتا۔ اِس میں شک نہیں کہ وُہ جامکے اور سمبڑیال جیسے اہم مقامات کے زیادہ دَورے کرتا تھا۔ لیکن دُوسرے گاؤں میں بھی وقفہ وقفہ سے جاتا رہتا تھا۔ بعض اوقات ہارپر بھی چند دِنوں کے لئے دَورہ پر اُس کے ساتھ جاتے تھے۔ وُہ اِس بات سے بہُت مُتاثر تھے کہ ان جگہوں کے لوگ نتھو مل سے بہُت واقف تھے اور اُس کا لوگوں پر بہُت اثر تھا۔ پہلے نتھو مل کی عادت تھی کہ گرمیوں کے موسم میں سیالکوٹ آجاتا تھا اور وہاں بازاری منادی میں مدد کرتا تھا لیکن سنہ ۱۸۸۱ء تک اُس کی توجہ ڈسکہ اور جامکے پر مرکوز ہو گئی۔

"گرمیوں میں گاؤں میں زیادہ دُور تک سفر کرنا ممکن نہیں ہوتا تھا اِس لئے وُہ انگریزی اور پاک کلام پڑھانے کی جماعتیں شروع

کر دیتا تھا جن میں کوئی درجن بھر لڑکے حاضر ہوتے تھے۔ ڈسکہ اور اُس کے قریبی قصبہ جامکے کے باشندوں کو بہت شوق ہے کہ ہم وہاں سکول قائم کریں۔ جامکے میں دو نوجوان ہیں جو مسیحیت میں آنے کا رُجحان رکھتے ہیں۔ اُنہوں نے اپنی ذات کو ترک کر دیا ہے۔ ایک سکھ ہے اور دُوسرا برہمن۔ دونوں اچھی حیثیت اور پختہ کردار کے مالک ہیں۔ اُن کی بڑی غیرت کے ساتھ نگرانی کی جاتی ہے تاکہ مقامی مسیحیوں اور مشنری کے ساتھ بھی میل جول نہ رکھ سکیں۔"

اُس سال ہارپر بندوبست کر سکے کہ نتھو مل کو اپنے کام کے لئے مالی اور دُعائیہ امداد باقاعدگی سے ملتی رہے۔

"گلاسگو یونیورسٹی کی سٹوڈنٹس مشنری ایسوسی ایشن نے نتھو مل کو اپنے کارندہ کی حیثیت سے اپنا لیا ہے۔ وُہ اُن کو مختلف گاؤں میں اپنے دَوروں کی ماہانہ رپورٹیں بھیجتا اور بتاتا ہے کہ لوگ اُسے کیسے قبول کرتے ہیں۔ اُس نے کئی مُتلاشی تیار کئے ہیں۔ لیکن وُہ اپنے ایمان کا اقرار کرنے سے اِس لئے رُکے ہُوئے ہیں کہ مسیحی ہونے کے بعد اُن پر ظلم اور ایذاؤں کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔"

ایک سال بعد نتھو مل نے اپنی توجہ ڈسکہ کے دونوں حِصّوں یعنی کوٹ ڈسکہ اور پُرانا ڈسکہ پر مرکوز کر دی۔

"گرمی کے مہینوں میں نتھو مل دونوں ڈسکوں میں عبادتیں کرواتا تھا۔ اِن دونوں قصبوں میں دو چھوٹی چھوٹی دُکانیں کرایہ پر لی گئی تھیں جہاں وُہ جمع ہونے والے سامعین کے سامنے پاک نوشتوں کو کھول کر بیان کرتا۔ اُن کے ساتھ دوستانہ تبادلۂ خیال کیا کرتا تھا۔ مسٹر ہارپر

اِسس لائق مَنادی کی محنت اور دیانتداری کا ذِکر کرتے ہیں۔ جس نَوجوان براہمن کا ذِکر پچھلے سال کی رپورٹ میں کیا گیا تھا وُہ جابکے سے غائب ہوگیا ہے۔ کِسی کو پتہ نہیں کہ وُہ رضاکارانہ غائب ہوُا ہے یا مجبُوراً۔"

۱۸۸۳ء میں نتھومل کے کام کی رپورٹ میں بھی مُتلاشیوں کا ذِکر ہے :

"اُس نے مجمُوعی طور پر کُل دس مُتلاشی تیار کئے ہیں۔ اُمید ہے کہ اِن میں سے چند بالآخر مسیحیّت قبول کرلیں گے۔ مُشکل یہ ہے کہ مسیحی ہونے کے بعد اُن کو کیسے حمایت اور اِمداد حاصِل ہوگی۔ یہی مُشکل بہتوں کو مسیح کے لئے فیصلہ کرنے کا آخری قدم اُٹھانے سے روکے رکھتی ہے۔ مسٹر ہارپر اِس بات میں مُحتاط ہیں کہ جو خالِصتاً روحانی عمل ہونا چاہیئے اُس میں کوئی دُنیوی مقصد شامل نہ ہونے پائے۔"

۱۸۸۴ء میں نتھومل نے ادنیٰ طبقوں کے لوگوں کے لئے ڈسکہ میں ایک سکُول کھولا۔

"پہلے تو اِس میں حاضری اچھّی تھی لیکن اچانک اِس میں بہُت کمی آگئی۔ وجہ یہ تھی کہ ایک نوجوان نے مسیح پر ایمان کا اِقرار کیا۔ بورڈ کی سفارش پر اگست میں اِس سکُول کی تعلیم جاری رکھی گئی لیکن نومبر کے آخر میں اِسے بند کر دیا گیا۔ سکول میں ایک نوجوان تھا جو یتیم تھا۔ نتھومل کافی عرصہ سے اُس کا دوست بنا ہوُا تھا۔ اُس نے بپتسمہ لینے کی درخواست کی۔ چھ مہینہ سے زائد اُس کا کردار مثالی رہا۔ وُہ ہر روز خاندانی عبادت میں اور سبت کی عبادت میں

بھی حاضر ہوتا تھا۔ مسٹر ہارپر نے اُس کا امتحان لے کر دیکھا کہ وہ مسیحی سچائی سے خُوب واقف ہے۔ مگر وُہ اُس کی رُوحانی سرگرمی اور دلچسپی سے مُطمئن نہ ہُوئے۔ چنانچہ اُس کو کلیسیا میں شامل کرنے میں تاخیر کی۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ واضح ہوگیا کہ اُس کا مقصد دُنیوی تھا۔ یہ دھوکا کھا جانے کے خطرہ کی انتہائی مثال ہے خصُوصاً اُن طبقوں سے جن کو کسی نقصان کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ صرف کُچھ فائدہ کی اُمید ہوتی ہے کہ مسیحی ہوکر ہمیں پناہ یا کُچھ اور ملے گا۔"

اسی سال مسٹر تھوٓمل نے تجویز پیش کی کہ ڈسکہ میں لڑکیوں کے لئے دو سکُول کھولے جائیں۔ ایک ہندو اور دُوسرا مُسلمان لڑکیوں کے لئے۔ ایک سکُول کی منظوری دے دی گئی اور ۱۸۸۵ء میں چل رہا تھا۔

۱۸۸۵ء میں صُورتِ حال بالکل مختلف تھی۔ تھوٓمل سے انصاف کا تقاضا ہے اور اُس کے کام کی اہمیّت کو جاننے اور سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اِس کا بیان کیا جائے۔ ہارپر مارچ ۱۸۸۵ء میں سکاٹ لینڈ کے لئے روانہ ہُوئے۔ ینگسن سیالکوٹ آ گئے اور وہاں کے کام کی ذمّہ داری سنبھالی۔ وُہ پہلے گُجرات میں ادنیٰ طبقوں کے درمیان کام کرتے رہے اور تھوٓمل کے کام سے ہمدردی رکھتے تھے۔ ۱۸۸۵ء کے اواخر میں اُن کی رپورٹ یہ تھی:

"بُت پرستوں میں سے پہلا نو مسیحی عیسیٰ داس تھا۔ وُہ کافی عرصہ سے تعلیم پا رہا تھا۔ سیشن نے اُس کا امتحان لیا۔ اِس کے بعد اُسے بپتسمہ دِیا گیا۔ وُہ اب موترہ نامی گاؤں میں کپڑا بُننا سیکھ رہا ہے۔ وُہ اچھّا گویّا اور اچھّے کِردار کا مالِک ہے۔ اِس لئے وہ وہاں

کی نوزائیدہ کلیسیا کے لئے تسلّی اور تقویّت کا باعث ہے۔"
عیسیٰ داس کا بپتسمہ ۳۱ مئی کو ہُوا۔ اُس وقت اُس کی عُمر ۱۸ برس تھی۔
لیکن "نوزائیدہ کلیسیا" سے ینگسن کی کیا مُراد ہے؟ موترہ کا گاؤں جامکے کے نزدیک ہے۔ ینگسن بیان کرتے ہیں کہ اِسی سال یہ کلیسیا کیسے وجُود میں آئی تھی۔

"مسٹر اور مسز ینگسن ڈسکہ کے علاقہ کا دَورہ کرنے جا رہے تھے کہ نتھُومل نے اُن سے موترہ گاؤں جانے کی درخواست کی۔ اُنھوں نے دیکھا کہ وہاں کئی ایک لوگوں نے انجیل سُنی ہے اور مسیح کے پیروؤں کے ساتھ چلنا چاہتے ہیں۔ اِن میں سے بعض ایک علاقہ کے دُوسرے مسیحیوں کے ساتھ رشتہ داری بھی رکھتے تھے۔
موترہ کے اِن نیچ ذات لوگوں کی اِس جُستجُو کو اُن کے مُبینہ "بہتر" ذات والے لوگ اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔ اُنھوں نے ہم سے کہا کہ تُم اِن لوگوں سے کُچھ نہیں کر سکتے بلکہ وُہ ہم سے بات کرنا کسرِ شان سمجھتے اور ہم پر آوازے کستے تھے۔ لیکن نیچ ذات کے لوگ جی دار اور باہمت تھے۔ وُہ اُن کے آوازوں بلکہ ظُلم وستم کی بھی پروا نہیں کرتے تھے۔ ایک سیت کو اُن میں سے چار شخص بپتسمہ لینے کے لئے پندرہ میل پَیدل چل کر سیالکوٹ آئے۔ کُچھ عرصہ بعد پانچ اَور آئے۔ ۳۰ دسمبر کو ۲۴ مرد، عورتیں اور بچّے کلیسیا میں شامل کئے گئے۔ اِس طرح بپتسموں کی کُل تعداد تینتیس ۳۳ ہو گئی۔"

اگلے سال ۵۳ مختلف دیہات سے ۴۴۳ بپتسمے ہُوئے۔ اپریل میں

نتھوٌمل کی مخصُوصیّت ہُوئی - اپنی مخصُوصیّت کے بعد اُس نے خُود ۳۰۰ سے زائد افراد کو بپتسمہ دیا - ۱۸۸۷ء میں مزید ۶۶۷ لوگوں نے بپتسمہ لیا - اِس طرح کلیسیا میں شامِل دیہات کی کُل تعداد ۱۴۱ تک پُہنچ گئی - اپنے بیج بونے کے دسؔ سال کے عرصہ میں نتھوٌمل غالباً ان میں سے اکثر گاؤں میں آتا جاتا رہا تھا "مگر بڑھایا خُدا نے" (۱-کرنتھیوں ۳ : ۷) - نتھوٌمل کو اپنی زِندگی میں کیسی فصل دیکھنے کا شرف حاصل ہؤا!

ہارپرؔ نے ینگسنؔ کی سالانہ رپورٹوں میں اِن باتوں کا ذکر ضرُور پڑھا ہوگا - ہمیں خبر نہیں کہ وُہ بھی خُوشی مناتے تھے یا محسُوس کرتے تھے کہ ینگسنؔ غلطی کر رہے ہیں - بہرحال وُہ بھی ایک وسیلہ تھے - اُنہوں نے ہی نتھوٌمل کو ڈسکہ میں تعینات کیا اور وہیں رکھا تھا - اُنہوں نے ہی گلاسگوؔ یُونیورسٹی کی سٹوڈنٹس مشنری ایسوسی ایشن کی دُعائیہ حمایت کا بندوبست کیا تھا - اور خُدا نے انتظام کیا کہ اِن دُعاؤں کا جواب کثرت سے دِیا جائے بلکہ اُن کی درخواست اور خیال سے بھی بہُت زیادہ دیا جائے (اِفسیوں ۳ : ۲۰) -

---

باب ۸

ہنٹر میموریل کی کلیسیا

ابھی گرجے کو مکمّل ہوئے صرف ۱۲ برس ہوئے تھے کہ ۱۸۷۷ء میں ہارپر کو ہنٹر میموریل چرچ کی پوری چھت کی ٹائلیں بدلوانے کا بندوبست کرنا پڑا۔ آج ہم جو لوہے کی چادریں دیکھتے ہیں یہ بعد میں لگائی گئیں۔ گرجے کی پرانی کندہ کاری کا ایک نقش ۱۸۸۰ء میں شائع ہوا تھا۔ اس میں ذکر ہے کہ یہ کہیں دور دراز واقع ہے اور اس کے پیچھے چوکیدار کے لئے گھاس پھوس کا جھونپڑا ہے۔ ہارپر نے شروع میں اس گرجے کی جائے وقوع پر اعتراض کیا تھا مگر جب انہوں نے وہاں بار بار بپتسمے ہوتے ہوئے دیکھے تو اس اعتراض میں تخفیف ہوگئی۔ یہاں بارہ پتھر سے یتیموں کے شہر اور چھاؤنی سے بلکہ ڈسکہ سے نومسیحوں کے بپتسمے ہوتے تھے۔ یہ گرجا مشن ہاؤس کے نزدیک تھا۔ مگر شہر سے اتنی دور تھا کہ ہر قسم کے فرقہ وارانہ ہنگاموں اور ظلم وتشدد سے محفوظ ومعنون رہتا تھا۔

ہارپر محسوس کرتے تھے کہ جو کلیسیا یہاں عبادت کرتی ہے، اُس کی ترقی کے واقعی بڑے امکانات ہیں۔ بہت پہلے ۱۸۷۶ء میں انہوں نے لکھا کہ

"میں مشتاق ہوں کہ ہماری چھوٹی سی جماعت منظم ہوکر باقاعدہ کلیسیا بن جائے، جس میں عہدیداروں کا باقاعدہ تقرر ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ مناد کا خرچ خود برداشت کرتے ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے ممبران میں حقیقی زندگی پائی جاتی ہے۔ اور وہ بے دینی کے خلاف مشترکہ محاذ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ میں اُن کو اپنے

معاملات کا خود بندوبست کرتے دیتا ہوں تاکہ وہ جانیں کہ یہ ہمارا اپنا کام ہے جس میں دوسروں پر انحصار نہیں کرنا چاہیئے ۔ انہوں نے اپنا خزانچی مقرر کیا ہے اور اپنے مناد کا چناؤ اور تقرر خود کیا ہے ۔"

یہ نہیں بتایا گیا کہ مناد کون تھا ۔ اُس کو ۱۵ روپیہ ماہوار ملتے تھے ۔ ہو سکتا ہے وہ ساہنسیوں کے درمیان بطور مبشر کام کرتا رہا ہو ۔ یہ کام کوئی دس برس پہلے ٹیلر نے شروع کیا تھا ۔ بالآخر اُسے ۱۸۸۹ء میں یو۔پی مشن کے حوالہ کر دیا گیا ۔

ایک سال بعد ہارپر نے ۵ مہینے ڈلہوزی میں گزارے ۔ اس دوران سیالکوٹ میں عبادتیں مقامی کلیسیا کے ممبران کراتے رہے ۔ یہ خدمت رضا کارانہ تھی اور بہت تسلی بخش ثابت ہوئی ۔ ان عبادتوں میں حاضری بھی باقاعدہ رہی ۔

۱۸۷۸ء میں چرچ آف سکاٹ لینڈ کی جنرل باڈی نے شمال مغربی ہندوستان کے لئے ایک پریسبٹیریل باڈی تشکیل دی ، جس کو اختیارات تھے کہ مخصوصیت کے اُمیدواروں کا امتحان لے اور مقامی مسیحیوں کے گروپ قائم کر کے اُن کو منظم کلیسیائیں بنائے ۔ ہارپر نے ہنٹر میموریل چرچ کے لئے ایک کرک سیشن بنانے کا کام فوراً شروع کر دیا اور چار باقاعدہ ایلڈر مخصوص رکیے گئے ۔ ہمیں اُن کے نام معلوم نہیں ۔ لیکن ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اُن کا چناؤ نتھو مل ، حزقیاہ ، ڈیوڈ اور رکشن چند جیسے مشن کے سب سے سینئر اور تجربہ کار کارندوں میں سے ہوا ہوگا ۔ اس کی تشکیل کے بعد ہارپر کسی نو مرید کو اُس وقت تک بپتسمہ نہیں دیتے تھے جب تک کرک سیشن اُس کا امتحان نہیں لے لیتی تھی ۔ یہ کرک سیشن ہی تھی جس نے گوپال چند کو بحال کرنے کا آخری فیصلہ

کیا تھا۔

بارپر جتنا عرصہ سیالکوٹ میں مشنری تھے وُہ خود ہنٹر میموریل چرچ کے خادِمُ الدین رہے۔ کسی تعلیم یافتہ ہندوستانی کو خادِمُ الدین مخصوص کرنا ایک دلیرانہ تجربہ تھا جو محمدؔ اسماعیل کے معاملہ میں ۱۸۶۹ء میں کیا گیا تھا۔ بارپر کے ایّام میں ایسا تجربہ نہیں دُہرایا گیا۔ البتہ ۱۸۸۲ء کی رپورٹ میں ہم یہ ذکر ضرور پڑھتے ہیں کہ "دینی تعلیم کے تین طالب علم منسٹری کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔" ان تین میں سے دو کا تعلق بارپر کے زیرِ نگرانی علاقہ سے تھا یعنی ڈسکہ میں نتھو مل اور ٹھہل سنگھ جس کو ۱۸۸۲ء میں جزقیاہ ڈیوڈ کی جگہ شہر کے سکول کا ہیڈ ماسٹر مقرر کیا گیا تھا۔ ۱۸۸۳ء میں ٹھہل سنگھ کو بارہ پتھر میں آدھا ایکڑ زمین دی گئی جہاں اُس نے اپنا مکان تعمیر کیا۔ بارپر کے جانے کے بعد ینگسن نے اس کو بارہ پتھر میں مبشر مقرر کیا تاکہ وُہ ڈسکہ کے علاقہ کے اُن مسیحیوں کے پاسبان کے طور پر کام کرے جن کو ینگسن نے مشن کی زمین پر بسایا ہوا تھا۔ ۱۸۸۷ء میں ٹھہل سنگھ کی مخصوصیت ہوئی۔ اور وُہ ہنٹر میموریل کلیسیا کا خادمُ الدین مقرر ہوا۔

ڈسکہ اور سیالکوٹ کے علاقے کے سارے مسیحی ہنٹر میموریل کلیسیا کے ممبر تھے۔ اگرچہ، جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے ایک گروپ صدر سکول میں ۱۸۸۲ء سے عبادت کر رہا تھا اور ۱۸۸۴ء میں نتھو مل ڈسکہ میں سبت کی عبادت کرایا کرتا تھا۔ جو اعداد و شمار دستیاب ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ تعداد میں کافی اُتار چڑھاؤ ہوتا رہتا تھا۔ نومبر ۱۸۶۹ء میں جب محمدؔ اسماعیل نے اپنی عشائے ربّانی کی پہلی عبادت کرائی تو عشائے ربّانی لینے کے اہل ۵۵ میں سے ۴۵ ممبران حاضر ہوئے تھے۔ لینگ کے زمانہ میں تعداد میں مستقل کمی ہوتی رہی اور ۱۸۷۶ء

میں صرف ۲۸ نے عشائے ربّانی لی۔ ۱۸۷۷ء میں یتیم خانہ کی لڑکیوں سمیت کلیسیا کی کُل تعداد ۵۶ تھی۔ یتیم خانہ کے بند ہو جانے کے بعد ۱۸۸۱ء میں یہ تعداد ۴۲ تک گر گئی تھی۔ اِس کے بعد تعداد میں مُستقِلاً اضافہ ہوتا رہا اور ۱۸۸۴ء میں ۷۰ تک پہنچ گئی۔ ۱۰ مَرد اور ۱۲ عورتیں عشائے ربّانی کی اہل تھیں، ۵ مَرد اور ایک عورت تابع ممبر (جو پاک عشا میں شامِل نہ ہوں) اور ۱۹ لڑکے اور ۲۳ لڑکیاں تھیں۔ عشائے ربّانی کے اہل ۱۰ مَردوں میں سے ۹ مشن کے کارندے تھے یعنی ٹھل سنگھ، پی۔ ڈی سنگھ، رامول، اِمام الدین، کرم چند، گوپال چند، نتھو مل، کھیون سنگھ اور سموئیل رابرٹس۔ دَسواں ہنٹر میموریل کا اپنا مناد ہوگا۔ مالی لحاظ سے کلیسیا تقریباً پُورے طور پر مشن پر انحصار کرتی تھی۔ ہارپر نے اِس بات کو دیکھکر کلیسیا کو مالی لحاظ سے خُود کفیل بنانے کے لئے ایک منصُوبہ سوچا۔

ہارپر چرچ آف سکاٹ لینڈ سے آئے تھے۔ اِس چرچ میں کوئی اَیسی روایت نہ تھی کہ پاسبانوں کے اخراجات کلیسیا کے نذرانوں سے پُورے کِئے جائیں۔ عبادتوں میں اُٹھایا جانے والا چندہ غریبوں کی اِمداد کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اپنے وطن کی اور غیر مُلکی مشنوں کے لئے سالانہ خاص چندہ جمع کِیا جاتا تھا۔ پُرانی قائم شُدہ کلیسیاؤں میں پاسبانوں کے اخراجات زمین کی لازمی دہ یکی سے پُورے کِئے جاتے تھے۔ اور جب نئی کلیسیائیں قائم ہوتی تھیں تو اُن کے اخراجات اوقاف سے پُورے کِئے جاتے تھے۔ اِن حقائق کی روشنی میں ہم اُس اپیل کو سمجھ سکتے ہیں جو ہارپر نے ۱۸۸۰ء میں کی:

"اوقاف وطن میں کلیسیا کے لئے ایسی برکت اور طاقت کا

پُشتہ ہے کہ یہاں مجھے اِس کے لئے وکالت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اِتنا کہنا ہی کافی ہے کہ ہماری کلیسیا کے پاس کوئی پاسبان نہیں جس کو ہم اپنا کہہ سکتے۔ ہمیں ایک ایسے خادمِ دین کی اشد ضرورت ہے جو مقامی کلیسیا میں خدمت کرے اور پاس پڑوس میں منادی کرے۔ یہ نہایت پسندیدہ بات ہے کہ ہم اپنی مقامی کلیسیاؤں کو غیر مُلکی اِمداد سے آزاد کرنے کے لئے کچھ کریں۔

"گزشتہ سال ہم نے یہاں وقف فنڈ شروع کیا اور ۶۴۲ روپے جمع کئے۔ لیکن ہم کو کم سے کم ۱۰،۰۰۰ روپیہ یا ۱۰۰۰ پونڈ کی ضرورت ہے۔ اِمداد سے ہماری بہت حوصلہ افزائی ہوگی"۔

سکاٹ لینڈ سے بہت تھوڑی مدد پہنچی۔ لیکن ہارپر نے مذکورہ فنڈ کے لئے روپیہ جمع کرنا جاری رکھا۔ وُہ خاص طور پر چھاؤنی اور سِول لائن میں مقیم یورپی لوگوں سے فنڈ جمع کرتے تھے۔ ۱۸۸۴ء کے اواخر تک اِس میں ۱۰،۸۰۰ روپیہ جمع ہو چکے تھے۔ (۱۹۴۸ء میں ہنٹر میموریل کلیسیا سیالکوٹ پریسبٹری کی خود کفیل کلیسیاؤں میں سے ایک تھی)۔ اِسے وَقف فنڈ سے سالانہ منافع مِلتا تھا۔ جب ایک یا دو سال بعد مالیات کو مرکز میں دے دیا گیا تو وَقف فنڈ بشارتی بورڈ کو ادا کر دیا گیا اور اِسے ہنٹر میموریل کلیسیا کے "ہدف" میں جمع کیا گیا۔

اب پریسبٹیرین چرچ کی حکومت کے انداز کی شروعات قائم ہوگئیں۔ اسی طریقہ پر ینگسن نے گجرات کی کلیسیا کو منظم کیا اور اُن کی اپنی کرک سیشن بنائی۔ ۱۸۸۴ء میں اِس کلیسیا کے شرکا کی کُل تعداد ۳۲ تھی۔ جب کلیسیا کا تیزی سے ترقی کرنے کا وقت آیا تو نمونہ موجود تھا جس کے

مُطابق بنایا جاسکتا اور ترقی دی جاسکتی تھی۔ جو دیہاتی کلیسیائیں وجُود میں آئیں اُن کے لئے ایلڈرشِپ کا ادارہ بہُت تقویت کا باعث ثابت ہُوا ۔

باب ۹

ہارپر کی بقیہ مشنری خدمت

۸۴-۱۸۸۳ء میں ینگسن طویل چھٹی پر تھے اور ہارپر ایک دفعہ پھر مشن کے پورے علاقہ کے انچارج تھے۔ اس دوران اُن کے کام کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ ہارپر ینگسن کے کام کے بعض پہلوؤں کی پورے طور پر تائید نہیں کرتے تھے اور گجرات میں پس ماندہ طبقہ کے سکول کے بارے میں بھی اچھی رائے نہیں رکھتے تھے تو بھی اپنے ہم کار کے وفادار تھے۔ اُنہوں نے کوشش کی کہ گجرات اور وزیر آباد میں کم سے کم تبدیلیاں کی جائیں۔ البتہ ایک تبدیلی بہت اہم تھی۔ اُس زمانہ میں سکاٹ لینڈ میں کلیسیا کی زندگی میں نئے سال کے شروع ہونے سے پہلے کی شام بہت اہمیت رکھتی تھی۔ اسی موقع پر خصوصی عبادات منعقد ہوتی تھیں جن میں لوگ آئندہ سال کے لئے اپنی زندگیاں خداوند کے لئے دوبارہ وقف کرتے تھے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ ۱۸۸۲ء میں ہارپر نے سیالکوٹ چھاؤنی کے فوجیوں کے لئے ایک ایسی ہی عبادت کرائی تھی۔ ۸۴-۱۸۸۳ء کے موسمِ سرما میں ہارپر نے کلیسیا میں ایک نئی بات کی۔

"سیالکوٹ میں نئے سال کی ایک خوش کن میٹنگ ہوئی جس میں وزیر آباد اور گجرات کے مقامی مسیحیوں کو مدعو کیا گیا۔ اِس طرح تقریباً ۸۰ مہمانوں کی خاطر مدارات کی گئی اور ہماری مشن کے ساتھ وابستہ سارے افراد کی متعدد دُعائیہ میٹنگ کی گئی۔"

جب ۱۸۷۵ء میں خود ہارپر طویل چھٹی پر گئے تو اُنہیں پنجاب واپس

آنے کی پُوری اُمید تھی۔ لیکن چرچ آف سکاٹ لینڈ کے پاس تجربہ کار مشنریوں کی کمی تھی اِس لئے اُنہوں نے ہارپر کو واپس بھیجنے کی بجائے ۱۸۸۶ء کے اوائل میں پنجاب میں ایک نیا مشنری بھیجا جس کا نام پادری رابرٹ میک چین پیٹرسن تھا۔ ہارپر کو ۱۸۸۷ء میں مدراس بھیجا گیا۔ ۱۸۹۰ء تک وُہ اِس اہم مقام پر واحد مخصُوص شُدہ مشنری تھے۔ مدراس میں اُن کا کام زیادہ تر جنرل اسمبلی کے ادارہ میں پڑھانے پر مشتمل تھا جس کو اُن کے وہاں قیام کے دَوران لڑکوں کے ہائی سکول سے ترقی دے کر ایف۔اے کی سطح کا کالج بنایا گیا۔ وُہ اعلیٰ ترین جماعتوں میں مذہبی تعلیم دیتے تھے۔ اب وُہ جماعت میں مسیح اور مسیحی سچائی کو پیش کرتے تھے اور غیر مسیحی مذاہب پر اِعتراض کرنے سے اِحتراز کرتے تھے تاوقتیکہ کوئی طالبِ علم اُن کی رائے نہ پُوچھتا۔ اُنہوں نے مسیحیت پر کُھلے عام لیکچر بھی دِئے اور کُچھ بازاری منادی بھی کرتے تھے۔ اُنہوں نے اپنی محنتوں کا پھل بھی دیکھا۔ اُنہوں نے دو براہمنوں کو بپتسمہ دیا۔ اُن کے ایک سابق طالبِ علم کو ایک دُوسری مشن میں بپتسمہ دیا گیا جو بعد میں اپنی ماں اور بہنوں کو بھی بپتسمہ کے لئے لایا۔ جہاں تک سرِعام بشارت کا تعلق ہے ہمیں بتایا گیا ہے کہ ۱۸۹۰ء میں

"اُنہوں نے ایک سَفری ہارمونیم خرید لیا۔ سانکی کے گیتوں کے ساتھ مسز ہارپر اِس ہارمونیم پر سنگت کیا کرتی تھی"۔

یہ ہارپر اور اُن کی اہلیہ کی ایک آخری جھلک ہے۔ وُہ ۱۸۹۲ء میں طویل چُھٹی پر گئے اور چُھٹی کے اختتام پر مشنری خدمت سے استعفیٰ دے دیا۔ ۱۸۹۳ء میں وُہ ترکِ وطن کر کے نیوزی لینڈ چلے گئے اور غالباً وہاں جانے کے کُچھ ہی عرصہ بعد اُن کا اِنتقال ہو گیا۔ ایسی کوئی رُوداد نہیں کہ اُنہوں

نے پریسبٹیرین چرچ آف نیوزی لینڈ کے خادم الدین کی حیثیت سے خدمات سرانجام دی ہوں۔ نیوزی لینڈ میں کوئی نشان چھوڑے بغیر غائب ہو گئے ہوں تو ہوں لیکن وُہ اِس کے حق دار ہیں کہ پنجاب کی کلیسیا اُن سے اِس سے بہتر سلوک کرے۔

ہمارے پاس ولیم ہارپر کی کوئی فوٹو نہیں ہے۔ لیکن کیا ہم اپنے ذہنوں میں اُن کی تصویر بنا سکتے ہیں؟ کیا ہمیں ایک سخت گیر آدمی نظر آتے ہیں جو خُداوند کے لئے بے حد کام کرنے پر تیار ہیں جو اپنے اور دُوسروں کے لئے بُلند معیار مُقرر کرتے ہیں؟ کیا ہمیں ایک مُطلق العنان شخص نظر آتے ہیں جن کو مِشن کے سربراہ ہوتے کی اپنی حیثیت کا بڑا شعور واحساس ہے اور جو اپنے امریکی بھائیوں سے مُعاہدہ کرنے میں اِتنا بے لچک ہیں کہ وُہ اِس پر یقین کرنے کو تیار نہیں ہوتے؟ کیا ہمیں ایک دانشور نظر آتے ہیں جو طالبِ علموں اور پڑھے لکھے لوگوں کے ساتھ بے تکلف ہیں لیکن غریبوں اور اَن پڑھوں کا ساتھ نہیں دے سکتے یا اُن کے سادہ ایمان کو سمجھ نہیں سکتے؟

یا کیا ہمیں اُن کے کردار کا ایک پُرکشش پہلو نظر آتا ہے؟ کیا وُہ ہمیں ایک ایسے آدمی نظر آتے ہیں جو بشارت اور تبلیغ اور رُوحوں کے جیتنے میں ایسا سرگرم ہے کہ تعلیم دینے کی اپنی نعمت کو سکُول کے نصاب میں مذہبی تعلیم کو دلچسپ بنانے میں صرف کرتا ہے؟ کیا ہمیں اُن کی شخصیت میں وُہ دِلکشی نظر آتی ہے جو اَپنے طَلَبا سے اِعتراف کروالیتی ہے کہ ہم خُداوند یسوع سے محبّت رکھتے ہیں؟ کیا وُہ ہمیں ایسے واعِظ نظر آتے ہیں جس میں اِتنی قائلیت اور دِلسوزی ہے کہ نئے سال کے آغاز سے پہلے کی رات کو پندرہ[۱۵] فوجی اُس کے چیلنج کا جواب دیتے ہیں کہ ہم اپنی زِندگیاں خُداوند کو دیتے

ہیں؟ کیا وُہ ہمیں چرواہے کا وُہ دِل نظر آتے ہیں جو اپنے نومُریدوں کے بپتسمہ کے بعد باپ کی طرح اُن کی فکر کرتا ہے؟ کیا ہم تصوّر کر سکتے ہیں کہ وُہ نئے سال کے آغاز سے پہلے کی شام بارہ پتھر کے احاطہ میں ایک "خوش کُن میٹنگ" میں کھڑے ہیں اور سیالکوٹ، ڈسکہ، وزیر آباد اور گُجرات سے ۸۰ مرد، عورتیں اور بچّے اُن کے اِرد گرد کھڑے ہیں؟ کیا ہم تصوّر کر سکتے ہیں کہ دیگیں پک رہی ہیں، اُن کی مہک اُٹھ رہی ہے اور گہری رفاقت ہے؟

خُدا کے ساتھ تعلق میں ہاریر بہُت حلیم تھے۔ وُہ اِقرار کرتے تھے کہ مُجھے رُوحُ القُدس کے بپتسمہ کی ضرُورت ہے۔ اگر اُنہیں معلُوم ہوتا کہ آج مُجھے بُھلا دِیا گیا ہے تو اُن کا ردِّ عمل کیا ہوتا؟ کیا وُہ سمجھتے کہ یہ میری اُس خِدمت پر داغ ہے جو مَیں نے بارہ سال تک مشن کے سیکرٹری کی حیثیت سے سر انجام دی؟ یقیناً وُہ ایسے نہ سوچتے۔ زیادہ قرینِ قیاس یہی ہے کہ وُہ اور اُن کی اہلیہ ازبیلا یسوع کے یہ الفاظ یاد کرتے کہ

"تم بھی جب اِن سب باتوں کی جن کا تمہیں حُکم ہُوا تعمیل کر چُکو تو کہو کہ ہم نِکمّے نوکر ہیں۔ جو ہم پر کرنا فرض تھا وُہی کیا ہے۔"
(لُوقا ۱۷: ۱۰)